زیر سرپرستی
داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

ماہنامہ خضرِ راہ دہلی

شمارہ 2

جلد 1

جمادی الاول ۱۴۳۳ء
اپریل ۲۰۱۲ء

مجلس ادارت

مولانا حسن سعید صفوی
مولانا محمد عمران ثقافی
مولانا کتاب الدین رضوی
مولانا قمر احمد اشرفی
مولانا سجاد عالم مصباحی
ڈاکٹر شہزاد انجم
جناب احمد جاوید

مجلس مشاورت

حافظ حسین سعید صفوی
مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی
مولانا ذیشان احمد مصباحی
مولانا اشتیاق عالم مصباحی
مولانا شاہد رضا ازہری
مولانا عارف اقبال
شاکر عالم مصباحی
مولانا غلام مصطفیٰ ازہری

مدیران

محمد جہانگیر حسن - شوکت علی سعیدی

نائبین مدیر

محمد آفتاب عالم - ابرار رضا مصباحی

مجلس منتظمہ

سرکولیشن منیجر : ساجد سعیدی
اشتہار منیجر : موسیٰ رضا
تزئین کار : منظر سبحانی

نوٹ:
مضمون نگار کے افکار ونظریات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ ادارہ

مراسلت کا پتہ:

ماہنامہ خضر راہ
F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی۔۴۴
KHIZR-E-RAH(Monthly)
F-464, Jaitpur II, Near Khajuri Masjid
Badarpur, New Delhi.44
E-Mail-khizrerah@gmail.com
Mobile: 09312922953

قیمت فی شمارہ	: 20 روپے
قیمت سالانہ	: 200
قیمت سالانہ سرکاری ادارے ولائبریری	: 500
بیرون ممالک	: 40 امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ	: 5000

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر شوکت علی نے حرمین آفسیٹ پریس 632 رنگ محل، چاندنی محل، نئی دہلی 2، سے طبع کراکر آفس ''ماہنامہ خضر راہ'' F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی۔44 سے شائع کیا۔

نوٹ: رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگا

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی / جامعہ عارفیہ سید سراواں، کوشامبی، الٰہ آباد (یوپی)

خضرِ راہ

علم و عرفان

حمد و مدح: شاہ احسان اللہ محمدی، حضرت آسی
ضیائے حدیث: مولانا مقصود احمد سعیدی
عرفانی مجلس: شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی
شرعی مسائل: مولانا یعقوب
اداریہ: شوکت علی سعیدی
شہ پارۂ اسلاف: ادارہ
تجلیات قرآن: مولانا اشتیاق عالم مصباحی
اسرار التوحید: شیخ محمد بن منور

مضامین

شخصیت: جہاں گیر حسن مصباحی
دکان داری اور…: محمد مبشر حسن
اسلام اور کسب معاش: شاہد ازہری
تصوف اور صوفی: سید سلمان چشتی
قرآن کے محافظ: اشتیاق عالم مصباحی
شیخ کی محبت: محمد مشفق رضا
حیات طیبہ: جہاں گیر حسن مصباحی
داستان مرد مومن: محمد طارق رضا
مومن کی پہچان: امام الدین سعیدی
حافظِ ملت…: ابوزوبیہ

گوشۂ خواتین

جنتی اوصاف: ام حبیبہ
آزادئ نسواں: مہتاب عالم
میاں بیوی…: فاطمہ ذیشان
کیا آپ جانتے ہیں: نصرت پروین

بزم اطفال و طلبہ

رحمۃ للعالمین: شاہ احسان اللہ محمدی
اخلاق و کردار: نجیب الدین
نصیحت: شبیر شاداب
دینی اور عصری علوم: محمد ساجد عالم
مرشد کی اطاعت: علی انور
طلبۂ مدارس: شوکت علی
خبر نامہ: جامعہ عارفیہ

حمد و مدح

مناجات عاشقان الٰہی

یہی ہے مری آرزو یا الٰہی
کہ دیکھوں تجھے چار سو یا الٰہی

یہی اک تمنا ہے روز ازل سے
کہ دل میں ہو بس تو ہی تو یا الٰہی

ترا آئینہ ہیں ترے خاص بندے
زمیں پر ہیں یہ تیری بو یا الٰہی

وہ کیوں کر نہ کھو جائے جلوؤں میں تیرے
کرے جو تری جستجو یا الٰہی

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
نظر میں ہے بس تو ہی تو یا الٰہی

کدھر جاؤں میں چھوڑ کر تیرے در کو
کہ مولیٰ ہے بس میرا تو یا الٰہی

سعیدؔ اللہ اللہ کس سے کہوں میں
کہ ہے میرے پردہ میں تو یا الٰہی

شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی

تربتِ پیمبر پر

نہ میرے دل نہ جگر پر نہ دیدۂ تر پر
کرم کرے وہ نشانِ قدم ہو پتھر پر

تمہارے حسن کی تصویر کوئی کیا کھینچے
نظر ٹھہرتی نہیں عارضِ منور پر

کسی نے لی رہِ کعبہ کوئی گیا سوئے دیر
پڑے رہے ترے بندے مگر ترے در پر

گناہ گار ہوں میں واعظو تمھیں کیا فکر
مرا معاملہ چھوڑو شفیعِ محشر پر

ان ابروؤں سے کہو کشتنی میں جان بھی ہے
اسی کے واسطے خنجر کھنچا ہے خنجر پر

پلا دے آج کہ مرتے ہیں رند اے ساقی
ضرور کیا کہ یہ جلسہ ہو حوض کوثر پر

صلاحیت بھی تو پیدا کر اے دلِ مضطر
پڑا ہے نقش کفِ پائے یار پتھر پر

وفورِ جوشِ ضیا اور ان کے دانتوں کا
حباب گنبدِ گردوں ہے آبِ گوہر پر

اخیر وقت ہے آسیؔ چلو مدینے کو
نثار ہو کے مرو تربتِ پیمبر پر

حضرت آسی غازی پوری علیہ الرحمہ

عرفانی مجلس

افادات: شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی/ ترتیب: مجیب الرحمٰن علیمی

نماز مومنوں کے لیے معراج ہے

ظہر کے بعد علما، طلبا، سالکین وطالبین حلقہ بنائے سرکار کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی درمیان الہ آباد شہر سے محترم ندیم صاحب اوران کے ہمراہ دوتین افراد تشریف لائے۔ سرکار نے ان کو اپنے قریب بلایا اور خیریت دریافت کی۔ اس کے بعد ان میں سے ایک شخص جس کی عمر تقریباً چالیس رہی ہوگی، سوال کیا کہ حضرت مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تب صرف دنیا کی بات یاد آتی ہے، کاروبار، معمولات یہی ساری باتیں یاد رہتی ہیں، حد تو یہ ہے کہ جو بھول گیا ہوتا ہوں وہ سب بھی نماز میں یاد آ جاتی ہیں۔ سرکار نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کہا جاتا ہے: اَلصَّلٰوۃُ نُوْرُ الْمُؤْمِنِ۔ (نماز مومن کا نور ہے) یا اَلصَّلٰوۃُ نُوْرٌ۔ (نماز نور ہے) ظاہر ہے کہ نمازی جب نماز کی حالت میں ہوگا تو اس کے دل ودماغ میں جو کچھ بھی ہوگا نماز کے نور سے وہ سب روشن ہو جائے گا۔ نمازی جو کچھ کیا ہوگا وہ سب اس کے سامنے کھلی کتاب کی طرح عیاں ہو جائیں گے۔ زندگی کے سارے کاروبار، اس کے افکار وخیالات نمازی کے سامنے دو دو چار کی طرح ظاہر ہو جائیں گے۔ اب عقل مند وہ شخص ہے جو نماز کے نور کی مدد سے اپنے خانۂ دل کو آباد کرے برے اور غیر مفید خیالات کو دل سے باہر کرے اور اچھے اور صالح خیالات ونظریات سے خانۂ دل کو سجانے اور دماغ کو روشن کرنے کی کوشش کرے تاکہ اس کی نماز صحیح معنوں میں اس کے لیے معراج ہو جائے اور اپنی نماز کے ذریعے عروج حاصل کرتے ہوئے اپنے رب کا قرب حاصل کر سکے۔ نمازی کو نماز کی یہ حالت ایک دو دن کی کوشش سے حاصل نہ ہوگی بلکہ مسلسل کوشش اور اپنے رب سے یہ دعا کرتے رہنا ضروری ہے کہ مولیٰ مجھ کو میری نماز کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور اپنی عبادت کا سلیقہ عنایت کر، بار بار دعا کرے اللہ ضرور سنے گا، جس رب نے انسانوں کے حق میں وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ (ضحیٰ) فرما کر اپنے بندوں کو جو خود محتاج ہے سائلوں کو نہ جھڑکنے کا حکم دیا ہے بھلا وہ جو رب العالمین اور مختار مطلق ہے، اپنی بارگاہ کے منگتوں کو کیسے جھڑکے گا اور کیوں کر محروم رکھے گا۔

نمازی جب نماز میں کھڑا ہو تو بار بار یہ بھی سوچے کہ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں جو دل کے وسوسوں سے بھی باخبر ہے، عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ (آل عمران) ہے۔ اگر میں اس کو نہیں دیکھ رہا ہوں تو وہ مجھ کو ضرور دیکھ رہا ہے۔ نمازی اگر ایسا کرنے لگتا ہے تو جو دنیوی خیالات اس کو نماز میں آتے ہیں وہ دھیرے دھیرے کم ہوتے جائیں گے اور اللہ کا تصور دل میں غالب آ جائے گا، پھر یہ حالت ہوگی کہ اٹھتے بیٹھتے، کاروبار کرتے، ہر حال میں اللہ یاد رہے گا۔ اب صرف نماز ہی نہیں بلکہ ہر فعل، عبادت اور نیکی کا حصہ ہوگا۔ اب اگر کاروبار میں بھی ہوگا تو دھوکا اور جھوٹ سے بچتا ہوا نظر آئے گا اور اگر یہ حالت اپنے طور پر کوشش اور ریاضت سے حاصل نہ ہو تو مخلصین و صادقین کے ساتھ عبادت کرے وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ۔ اللہ کے فضل اور اس کے نیک بندوں کی صحبت کی برکت سے حقیقت نماز تک رسائی حاصل ہو جائے گی اور اب اس کی نماز برائیوں سے روکنے والی نماز کہی جائے گی۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ﴿۴۵﴾ (عنکبوت)

اداریہ **شوکت علی سعیدی**

خود راہ بنا لیتا ہے بہتا ہوا پانی

بے شمار شکر و احسان اس ذات پاک وحدہ لاشریک کا جس نے ہم انسانوں کو ایسی ایسی نعمتیں عطا کیں جن کا شکر بجالانے سے عاجز ہیں۔ کن کن نعمتوں کا ذکر کیا جائے، عقل حیران ہے اور دل جذبہ شکر سے سرشار، بس عاجزی کی پیشانی ہی اس کے در پر رکھی جا سکتی ہے اور اس کی لازوال رحمت سے امید ہے کہ وہ ہمارے ٹوٹے پھوٹے اور خلوص سے خالی سجدوں کو اپنی شان رحیمی و کریمی کے صدقے میں قبول فرمائے۔

درود و سلام کی سوغاتیں نبیٔ آخر الزماں، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہو، جن کی امت کو یہ شرف عطا کیا گیا کہ وہ تمام امتوں سے افضل قرار پائی۔ اللہ عز وجل ہمیں ان سے سچی محبت کرنے کی توفیق دے اور ان کی امت کہلانے کے لائق بنائے۔

میرے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ آسمان و زمین کا مالک حقیقی ہم جیسے گنہ گار بندوں سے دین کا کام کروائے گا۔ جبکہ دور حاضر میں دنیا کی چمک دمک، عیش و آرام کی خواہشیں اور جاہ و طلب کے دبیز پردوں نے انسان کو اپنے خالق کی طرف توجہ کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ بن گئی ہے۔ اس کے باوجود اس نے توفیق بخشی اور ایسے پاکیزہ کاموں کے بیڑا اٹھانے کا حوصلہ بخشا جس سے امید کی جاتی ہے کہ لاکھوں متلاشیان حق کی رہنمائی ہوگی اور اللہ کے بھولے بھالے بندے دین و دنیا کی سرخروی سے سرفراز ہوں گے۔

علم حاصل کرنے کے بعد علمی، تحقیقی، سماجی اور تفریحی رسائل تو ہر کوئی نکالنے کا شوق رکھتا ہے، لیکن تبلیغی رسالہ نکالنے کا ارادہ وہی کر سکتا ہے جس کے اندر دین کا جذبہ ہو اور جس پر اللہ کا خاص فضل و احسان ہو، کیونکہ اس میں جو مشکلات ہیں انھیں وہی بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے جو رسائل کی طباعت و اشاعت اور انتظام سے قریب رہا ہے۔ لیکن مجھے مشکلات کا خوف نہیں رہا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مشکلات کو آسان کرنے والی ذات شیخ طریقت ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی کی بے شمار رہنمائیاں اور نوازشیں ہمارے ساتھ ہیں۔ انھوں نے مجھ پر جو احسان کیا ہے، ان میں سب سے اہم چیز جسے تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ دنیا کی رغبت، مال و منال کی خواہش کو ہمارے دل سے نکال دیا اور یہ ہنر سکھایا کہ دنیا آخرت کی کھیتی کیسے ہوتی ہے:

جسے لینا ہو درس بے خودی بیٹھے وہ مستوں میں
کہ یہ سودا نہیں ملتا خرد کے کارخانوں میں

ماہنامہ ''خضر راہ'' کی تمام مشمولات کو غور سے پڑھیں تو اس کے علاوہ کچھ ظاہر نہ ہوگا کہ اللہ کے دیوانے، اس کے دین کے متوالے، ہر بندۂ خدا تک پیغام حق پہنچانے کے لیے میدان عمل میں اتر پڑے ہیں، خواہ وہ طلبۂ مدارس ہوں یا طلبۂ جامعات۔ پہلا شمارہ نکلتے ہی عوام و خواص کی پذیرائی اور اس کی مقبولیت نے جب مژدۂ جاں فزا سنائی تو ہمارے عزم و حوصلے اور شوق و جذبے میں توانائی اضافہ ہوا۔

اسلام کے نام لیوا تمام دانشوران قوم وملت سے اپیل ہے کہ ان جذبات واحساسات کو سمجھتے ہوئے اللہ نے جو انھیں وسائل عطا کیے ہیں اسے اللہ کی راہ میں استعمال کریں، خواہ وہ اپنے چاہنے والوں کے درمیان اس کی تشہیر وترغیب کے ذریعے ہو، یا دولت کے ذریعے ہو، یا زبان وبیان کی صلاحیت کے ذریعے ہو۔ مجھے امید ہے کہ اگر نوجوانوں کی محنتیں اور قابل احترام بزرگوں کی دعائیں اور دوائیں شامل ہوجائیں تو قوم مسلم کی ہر موڑ پر ذلت ورسوائی اور خستہ حالی کا نوحہ کرنے کا سلسلہ ختم ہوجائے گا۔

ماہنامہ ''خضرراہ'' کا مقصد صرف یہ ہے کہ کوئی فرد یہ شکایت نہ کرسکے کے دین کی صحیح خطوط اس پر روشن نہیں ہو پا رہے ہیں۔ ماہنامہ ''خضرراہ'' کے ذریعے سے علمی وعملی، قولی وفعلی ہر اعتبار سے لوگوں کو دین کی غذا اور سمجھ فراہم کرنے کی کوشش کی جائے گی، یہ ایک ایسے آفتاب کے طلوع ہونے کا اعلان ہے جس کی روشنی اور جس کی گرمی ان تک نہ پہنچنے کی شکایت نہ ہو۔

خورشید حقیقت ہے وہ میں اس کی چمک ہوں
اس طرح سے روشن زسما تا بہ سمک ہوں

اس رسالے کے قارئین سے گذارش ہے کہ اسے ہر فرد تک پہنچانے کی کوشش کو اپنے اور پر لازم کرلیں، اگر ہر شخص صرف اپنے رشتے داروں اور پڑوسیوں تک بھی اس رسالے کو پہنچا تا ہے تو گویا کہ اس نے دین کے ایک بڑے کام میں عملی طور پر حصہ لیا۔

کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ یہ ہندی میں بھی ہوتا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے پڑھ سکیں، ضرورت کو دیکھتے ہوئے ہندی میں لانے کے بارے میں غور کیا جائے گا لیکن اس تعلق سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہمارے اسلاف کے بیشتر قیمتی سرمائے اردو میں محفوظ ہیں، اسے ہندی میں منتقل کرتے رہنا مبلغین اسلام پر بوجھ ڈالنا ہے، اگر آپ دین کا درد رکھتے ہیں تو اپنے ۲۴ر گھنٹے میں سے صرف ایک آدھ گھنٹہ کسی اردوداں کے پاس گذاریں، ہمیں امید ہے کہ ایک ماہ کے اندر آپ کی اردو ایسی ہوجائے گی کہ آپ ماہنامہ ''خضرراہ'' کو بہتر طور پر پڑھ سکیں گے اور اردوداں حضرات پر بھی لازم ہے کہ زبان کی حفاظت اور اسلاف کے قیمتی سرمایوں کی حفاظت کی ذمہ داری ان پر ہے، لہٰذا ایسے افراد جو اردو نہیں پڑھ سکتے انھیں اردو پڑھنے کے لائق بنانے کی کوئی سبیل نکالیں۔ آپ دعا کریں کہ ماہنامہ ''خضرراہ'' ملک کے شہروں اور گاؤں گاؤں میں مہینے بھر کا پروگرام منعقد کرنے کا ارادہ کرے جس میں تجربہ کار افراد کے ذریعے ایک ماہ کے اندر اردو زبان کے ناخواندہ لوگوں کو خواندہ طبقے میں تبدیل کردے۔

اس رسالے میں عصری تعلیم کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ عصری تعلیم سے متعلق معلومات کے ساتھ ساتھ رابطے کے نمبر بھی دیے جارہے ہیں تاکہ عصری تعلیم کی رہنمائی بآسانی مل سکیں اور تحصیل علم کے بعد قومی، ملی اور سماجی سرگرمیوں میں اپنی جگہ بنا سکیں۔

اللہ عزوجل بندوں کے گمان کے قریب ہوتا ہے، دعا ہے کہ شیخ طریقت مدظلہ العالی کے سایۂ عاطفت اور تربیت میں اس قافلے کے میدان کو وسیع کرے اور صالحین وصادقین کی صحبت نصیب کرے۔ (آمین)

سورۂ فاتحہ

إِيَّاكَ نَعْبُدُ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ: اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

اس آیت میں إِيَّاكَ، نَعْبُدُ اور نَسْتَعِينُ ایسے الفاظ ہیں جو اپنے معانی کے اعتبار سے تفصیلی بحث کے طالب ہیں، لیکن یہاں صرف اُن معانی اور مطالب کو بیان کیا جارہا ہے جو عام لوگوں کی سمجھ میں آسانی سے آسکیں اور ان کے لیے اُسے یادرکھنا بھی آسان ہو۔

إِيَّاكَ: اس کا معنی 'تیری ہی' ہے، یہاں یہ لفظ خصوصیت بتانے کے لیے آیا ہے کہ عبادت صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہے، غیر اللہ کے لیے نہیں۔ اب اگر کوئی نماز پڑھے اور اس کے دل میں یہ تصور نہ آئے کہ وہ عبادت صرف اور صرف اللہ کے لیے کر رہا ہے تو اُس کی عبادت، عادت میں تو شمار ہوگی عبادت میں نہیں۔

نَعْبُدُ: اس کا معنی 'ہم عبادت کرتے ہیں' ہے۔ عبادت لغت میں انکساری اور عاجزی کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں اُس عمل کو عبادت کہتے ہیں جو کامل محبت وعظمت، عاجزی وانکساری اور خوف وڈر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے کی جائے۔ اگر اُن تینوں میں سے ایک چیز بھی رہ گئی تو بندہ کا وہ عمل عبادت نما تو کہلائے گا، عبادت نہیں۔

یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی نماز کے بارے میں فرمایا ہے:

وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ﴿۱۴۳﴾ (نسا)

یعنی جب منافقین نماز پڑھتے ہیں تو بڑی کاہلی اور سستی کے ساتھ پڑھتے ہیں، وہ بھی لوگوں کے ڈر سے تاکہ انھیں کوئی مشرک وکافر نہ سمجھے، وہ اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں اور تذبذب میں پڑے ہوئے ہیں، نہ وہ خالص مومن ہیں اور نہ کھلے ہوئے کافر۔

گویا وہ ریا اور دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں جب کہ مخلوق نہ نفع دینے والی ہے اور نہ نقصان پہنچانے والی، نفع اور نقصان کا مالک تو صرف اللہ ہے، اس لیے بندے کو چاہیے کہ وہ اپنا ہر عمل اور عبادت صرف اللہ کے لیے کرے، یعنی یہ گمان کرے کہ ہر حال میں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے اور اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴿۵﴾ (بینہ)

یعنی بندے کو خالص اللہ کے لیے عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

منافقین کا یہ حال محض اسی وجہ سے تھا کہ اُن کے دل میں نہ اللہ کی محبت تھی نہ اللہ کا خوف اور نہ اس کی کبریائی کا تصور تھا، اگر واقعی یہ تینوں چیزیں بندے کے دل میں جاگزیں

ہوجائیں تو ہر حال میں خواہ آسانی ہو یا تنگدستی ،غم ہو یا شادمانی ہرعبادت وہ اللہ کوحاضروناظر جان کر کرے گا۔

علما کے نزدیک ہر وہ عمل عبادت میں شامل ہے جس سے اللہ کے حکم کی تابعداری ثابت ہوتی ہو، جیسے نماز، روزہ، حج، زکاۃ وغیرہ ادا کرنا، اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کا مطلب یہ ہے کہ اس کی غلامی و بندگی کا مکمل اظہار ہو، یعنی اللہ کے ہر حکم پر بلاتردد سرنیاز خم کرنا۔

نَسۡتَعِیۡنُ: اس کلمہ کا معنیٰ ''ہم مدد چاہتے ہیں'' ہے اور مدد چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مدد خواہ براہ راست ہو یا براہ راست نہ ہو، ہر طرح کی مدد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ حقیقی اور اصل مددگار اللہ ہی کی ذات ہے اور باقی جتنے مدد کرنے والے ہیں وہ سب ذریعہ اور عون الٰہی کے مظہر ہیں۔

چنانچہ جب بندہ نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے مدد کا طالب ہوتا ہے تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب: إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هٰذَا بَيۡنِي وَبَيۡنَ عَبۡدِيۡ وَلِعَبۡدِيۡ مَا سَأَلَ۔

ترجمہ: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میں اپنے بندے کی ہر خواہش پوری کروں گا۔

لیکن اس کے لیے شرط ہے کہ بندہ خود کو اپنے رب کے حوالے کر دے، اللہ کی رضا میں ہمیشہ راضی رہے، ہر حال میں اللہ پر مکمل اعتماد و بھروسہ رکھے اور اللہ ہی کو اپنا وکیل بنائے کہ سارے جہانوں میں اس سے بہتر کوئی وکیل نہیں ہوسکتا۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِيۡلًا ﴿۹﴾ (سورۂ مزمل) ترجمہ: وہ پوری کائنات کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَاعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَيۡهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾ (سورۂ ہود)

ترجمہ: تم لوگ خدا کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو، تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض اسلاف کرام کا کہنا ہے کہ:

''سورۂ فاتحہ قرآن کا راز ہے اور سورۂ فاتحہ کا راز: إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ہے۔''

اس طرح دیکھا جائے تو اس آیت میں توحید اور توکل علی اللہ دونوں کے معانی موجود ہیں کہ عبادت صرف ایک ہی ذات کے لیے ہے اور وہ اکیلی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، کیونکہ جو عظمت اور کبریائی اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے وہ نہ کسی کو حاصل ہے اور نہ کسی کو حاصل ہوسکتی ہے۔ اسی طرح حقیقت میں اعتماد کے قابل صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے، اس کے سوا کوئی بھروسہ کے لائق نہیں۔

اس لیے ہر مسلمان اور ایمان والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کو معبود جانے اور ہر حال میں اللہ ہی پر بھروسہ اور اعتماد رکھے کہ اصل معنوں میں وہی عبادت کے لائق ہے اور وہی بھروسے کے قابل ہے۔

سجدۂ در جو تمہارا نہ میسر ہوتا
وہی ہم ہوتے وہی سر وہی پتھر ہوتا

+++

مولانا مقصود احمد سعیدی

ایک بالی میں سو دانے

ہر باشعور انسان چاہتا ہے کہ کسی بھی طرح اُسے نفع اور آرام ملتا رہے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ زیادہ نفع اور دائمی راحت کے لیے تھوڑی بہت مشقت برداشت کرنے سے بھی وہ گریز نہیں کرتا۔ آج ہسپتالوں کی لائنیں لگی ہوئی ہیں، دنیا کے کسی بھی ہسپتال میں چلے جایئے تو دیکھیں گے کہ کوئی خوشی خوشی اپنا پیر کٹوا رہا ہے تو کوئی پیٹ چاک کروا رہا ہے، صرف اس امید پر کہ اگر وہ تھوڑی سی تکلیف برداشت کرلے گا تو ہمیشہ کے لیے اُسے راحت میسر آجائے گی۔ مریض اگر کڑوی کسیلی دوا حلق سے نیچے اتارتا ہے تو صرف اس امید پر کہ کسی طرح اس کا مرض کافور ہوجائے اور اپنی بیماری سے دائمی راحت پالے، مالداروں پر نظر ڈالئے تو ان کا یہ حال ہے کہ اگر آج وہ ایک نئی اسکیم میں پیسہ لگا رہے ہیں تو کل ایک دوسری اسکیم میں اپنا مال و دولت ضائع کررہے ہیں، صرف اِس میدپر کہ دولت میں کچھ اضافہ حاصل ہوجائے۔

غرض کہ ہر شخص تکالیف کا سامنا کررہا ہے، کڑوی کسیلی دواؤں کا استعمال کررہا ہے اور اپنا مال خرچ کررہا ہے تو صرف اس لیے کہ اُسے آرام حاصل ہو اور ایک روپیہ خرچ کرکے ڈھیروں روپے کمائے، لیکن کیا یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اُسے ہمیشہ کے لیے راحت مل جائے گی یا پھر اُسے دوگنا منافع حاصل ہوں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ مگر قرآن و احادیث میں اس بات کی گارنٹی ہے کہ اگر کوئی اللہ کی راہ میں ایک دانہ لگائے گا تو اللہ اُسے ایک کے بدلے میں سات سو گنا عطا فرماتا ہے اور پھر اللہ بندے کے اخلاص کے مطابق جتنا چاہتا ہے اضافہ فرماتا رہتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَھُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۶۱﴾

(سورۂ بقرہ)

ترجمہ: ان کی کہاوت جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح ہے جس نے اُگائیں سات بالیں، ہر بالی میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: دِیۡنَارٌ أَنۡفَقۡتَہٗ فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَدِیۡنَارٌ أَنۡفَقۡتَہٗ فِی رَقَبَۃٍ، وَدِیۡنَارٌ تَصَدَّقۡتَ بِہٖ عَلٰی مِسۡکِیۡنٍ، وَدِیۡنَارٌ أَنۡفَقۡتَہٗ عَلٰی أَھۡلِكَ، أَعۡظَمُھَا أَجۡرًا الَّذِی أَنۡفَقۡتَہٗ عَلٰی أَھۡلِكَ۔ (مسلم، فضل النفقۃ علی العیال)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دینار وہ ہے جسے تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، اور ایک دینار وہ ہے جسے تم غلام پر خرچ کرتے ہو، اور ایک دینار وہ ہے جس کو تم مسکین پر صدقہ کرتے ہو، اور ایک دینار وہ ہے جسے تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو، اُن میں سب سے زیادہ اجر اس دینار پر ملے گا جس کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو۔

یعنی بندہ دنیا میں لاکھ خرچ کرے، پوری دنیا کو کھلائے، پلائے اور سیراب کرے مگر اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا اور

خوشنودی کے لیے نہ ہوتو بیکار ہے اور اس کا یہ خرچ کرنا خصوصاً اپنے اہل وعیال پر ہوتو یہ زیادہ بہتر اور ثواب کا باعث ہے۔

حضرت ابو مسعود بدری کا بیان ہے: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا أَنْفَقَ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً، وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا، كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً۔ (مسلم، فضل النفقة)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان جب اپنے اہل وعیال پر ثواب کی امید سے خرچ کرتا ہے تو یہ بھی اس کا صدقہ ہے۔

یعنی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور یہ نیت کرلے کہ اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُسے ثواب عطا فرمائے گا تو اس صورت میں اور بھی ثواب ہوگا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فَلَمَّا رَآنِي قَالَ: هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، قَالَ: فَجِئْتُ حَتَّى جَلَسْتُ، فَلَمْ أَتَقَارَّ أَنْ قُمْتُ، فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، مَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمُ الْأَكْثَرُونَ أَمْوَالًا، إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا، مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، وَقَلِيلٌ مَا هُمْ، مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ، وَلَا بَقَرٍ، وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا كَانَتْ، وَأَسْمَنَهُ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، كُلَّمَا نَفِدَتْ أُخْرَاهَا، عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ۔ (مسلم، باب تغلیظ العقوبة)

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس قت آپ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے، آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ خسارے والے ہیں۔ میں آکر بیٹھ گیا پھر بے چینی سے کھڑا ہوا، اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں وہ کون لوگ ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ بڑے بڑے سرمایہ دار ہیں، سوائے اُن کے جو اِس طرح اس طرح یعنی آگے پیچھے دائیں بائیں خرچ کرتے ہیں اور ایسے سرمایہ دار بہت کم ہیں اور جو شخص اونٹ یا گائے یا بکریاں رکھتا ہو اور اُن کی زکوۃ نہ دیتا ہو، قیامت کے دن وہ جانور پچھلے تمام دنوں سے زیادہ فربہ اور چربیلے ہوکر آئیں گے اور اپنے سینگوں سے اس کو ماریں گے اور کھروں سے روندیں گے جب آخری جانور روند کر گزر جائے گا تو پھر پہلا روندنے کے لیے آجائے گا اور لوگوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔

اس حدیث پاک میں اُن مالداروں پر سخت ملامت کی گئی ہے جن پر زکاۃ فرض ہے، لیکن وہ زکاۃ نہیں ادا کرتے ہیں اور حیلہ بہانہ سے کام لیتے ہیں۔ دورِ حاضر میں وہ مالدار سوچیں جن کے پاس موٹر، کار اور بسیں ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ: الْبُخْلُ وَسُوءُ الْخُلُقِ۔ (ترمذی، باب البخل)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن میں دو خصلتیں اکٹھا نہیں ہوتیں، ایک بخل اور دوسری بری خصلت۔

اس حدیث میں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں کو بخیل کہا گیا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جس قدر میسر آئے اللہ کی راہ میں خرچ کریں، تاکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو۔

☆☆☆

حافظ مولانا محمد یعقوب
امام وخطیب مسجد خلیل اللہ

نماز کی شرطیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ (عنکبوت)

ترجمہ: بیشک نماز بے حیائی اور بری چیز سے روکتی ہے۔

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے سوال کرے گا وہ نماز ہے، نماز نہ صرف اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک بھی ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

أحبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ الصَّلٰوةِ لِأَوَّلِ وَقْتِهَا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اعمال میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے کہ پہلی فرصت میں نماز ادا کی جائے۔

چنانچہ نماز کی شرطیں بیان کی جاتی ہیں تا کہ نماز کی ادائیگی میں کوئی نقص نہ رہ جائے۔

نماز کی چھ شرطیں ہیں:

☆**طہارت**: یعنی نمازی کے بدن کا ہر طرح کی نجاست سے پاک ہونا، اس جگہ کا پاک ہونا جس جگہ پر نماز پڑھنا ہے اور لباس کا پاک ہونا۔

★**ستر عورت**: عورت بدن کے اس حصے کو کہتے ہیں جس کا چھپانا فرض ہے۔ ستر کا معنی چھپانا ہے، ستر مرد کے لیے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک کا حصہ عورت ہے اور اس کا چھپانا فرض ہے۔

★**استقبال قبلہ**: یعنی نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا۔ استقبال قبلہ عام ہے کہ بعینہ کعبہ معظّمہ کی طرف منہ ہو جیسے مکہ مکرمہ والوں کے لیے یا اس کی جہت کو منہ ہو جیسے مکہ سے باہر والوں کے لیے۔

مسئلہ: جو شخص استقبال قبلہ سے عاجز ہو مثلاً مریض ہے اس میں اتنی طاقت نہیں کہ ادھر اُدھر رخ بدل سکے، وہاں اور کوئی شخص نہیں جو متوجہ کر دے تو اس صورت میں جس رخ پر نماز پڑھ سکے پڑھ لے اس پر اعادہ نہیں ہے۔

★**وقت**: یعنی شریعت میں جو اوقات مقرر ہیں انھیں اوقات میں نماز ادا کرنا

★**نیت**: نیت دل کے پکے ارادے کو کہتے ہیں، یعنی جو نماز فرض، واجب اور سنت و نفل ادا کر رہا ہو، اس کا ارادہ کرے۔

مسئلہ: زبان سے کہہ لینا مستحب ہے اور اس میں عربی زبان کی تخصیص نہیں اردو فارسی میں بھی ہو سکتی ہے۔

مسئلہ: مقتدی نے اگر اقتدا کی نیت کی کہ جو نیت امام کی وہی نماز میری تو جائز ہے۔

★**تکبیر تحریمہ**: اللہ اکبر کہنا

مسئلہ: جن نمازوں میں قیام فرض ہے ان میں تکبیر تحریمہ سے قیام فرض ہے۔ پس اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہا پھر کھڑا ہو گیا تو نماز شروع ہی نہ ہوئی۔

مسئلہ: اگر مقتدی نے امام سے پہلے تکبیر کہی تو اس کی اقتدا درست نہیں۔

(نماز کے فرائض اگلے شمارہ میں ملاحظہ کریں۔)

☆☆☆

شیخ ابوالقاسم قشیری کی تعلیمات

شیخ ابوالقاسم عبدالکریم قشیری مفسر، مورخ، ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ، ممتاز صوفیامیں سے تھے۔ وہ ماہ ربیع الاول ۳۷۶میں ''استوا'' کے مقام پر پیدا ہوئے۔ شیخ ابودقاق کے مرید تھے، لیکن ان کی وفات کے بعد شیخ ابوعبدالرحمن اسلمی سے استفادہ کیا۔ تقوی کا عالم یہ تھا کہ سخت بیماری میں بھی تمام نمازیں کھڑے ہوکر ادا کیاکرتے۔ بانوے سال کی عمر پاکر ۱۶/ربیع الآخر بروز اتوار ۴۶۵ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور اپنے مرشد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ادارہ

صوفیا کے یہاں، ''فنا'' سے مراد مذموم اوصاف کا ساقط ہونا ہے اور بقا سے مراد اوصاف محمودہ کا بندہ کے ساتھ قائم ہونا ہے۔ انسان میں ان دونوں قسموں میں سے ایک نہ ایک صفت ضرور باقی رہتی ہے۔ ایک صفت کی نفی ہوجانے سے لامحالہ دوسری کا اثبات ہوجاتا ہے اور جو اپنے اوصاف مذمومہ سے فنا ہو چکا ہو، اس پر صفات محمودہ ظاہر ہونے لگ جاتی ہیں اور جس پر مذموم خصلتیں غالب آتی ہیں تو اس سے صفات محمودہ پوشیدہ ہوجاتی ہیں۔

یاد رکھیں کہ جن اوصاف کے ساتھ انسان متصف ہوتا ہے وہ یا تو افعال ہیں یا اخلاق یا احوال۔

افعال وہ ہیں جن میں انسان اپنے اختیار سے تصرف کرتا ہے۔

اخلاق وہ صفات ہیں جو انسان میں فطری طور پر پائے جائیں۔ البتہ کسی صفت کی مسلسل عادت رکھنے سے صفت کو بدل بھی سکتے ہیں۔

احوال وہ ہیں جو شروع میں انسان پر وارد ہوتے ہیں، مگر ان کی صفائی کا دارومدار اعمال کی صفائی پر ہے۔

اس اعتبار سے احوال بھی اخلاق کی طرح شمار ہوں گے، کیونکہ جب انسان دل سے اخلاق کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور اپنی کوشش سے اپنے خراب اخلاق کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی مہربانی فرما کر اس کے اخلاق کو اچھا کردیتا ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنی پوری کوشش صرف کرکے اپنے اعمال پیہم کا تزکیہ کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کے احوال کو پاک بنا دیتا ہے، بلکہ کمال کے ساتھ احوال کو اس پر وارد کرتا ہے۔ اس لیے جس شخص نے ان افعال کو جو شریعت کے اندر مذموم قرار دیے گئے ہیں، ترک کردیا، اس کے متعلق یوں کہا جائے گا کہ وہ اپنی خواہشات سے فنا ہو چکا ہے اور جب اپنی شہوات سے فنا ہوگیا تو اپنی نیت اور اخلاص کے ساتھ وہ اپنی بندگی میں رہے گا اور جو دل سے دنیا سے روگردانی

کرتا ہے اس کے متعلق کہا جائے گا کہ اس کی ہر طرح کی رغبت فنا ہو گئی تو وہ صدق دل سے اللہ کی طرف رجوع کرنے پر قائم رہے گا۔

اور جس نے کوشش کر کے اپنے اخلاق کو ٹھیک کر لیا اور اپنے دل سے حسد، کینہ، بخل، غصہ، تکبر اور اسی قسم کی دیگر بری عادتوں کو دور کر دیا تو اس کے متعلق یوں کہا جائے کہ فلاں اپنے اخلاق بد سے فنا ہو گیا اور جب اخلاق بد سے فنا ہو گیا تو وہ عمدہ اخلاق اور صدق کے ساتھ باقی رہے گا اور جس نے احکام کے ردو بدل ہونے میں اللہ کی قدرت کے جاری ہونے کا مشاہدہ کیا اس کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ حوادثات کو مخلوق کی طرف سے خیال کرنے سے فنا ہو گیا اور جب وہ ان آثار کو غیر اللہ کی طرف سے سمجھنے سے فنا ہو گیا تو وہ اللہ کی صفات کے ساتھ باقی رہا اور جس پر سلطان حقیقت کا غلبہ ہو، یہاں تک کہ وہ غیر اللہ کی طرف سے کسی چیز کو نہ دیکھے نہ اصل کو اور نہ اس کے نشان کو، اس کے متعلق کہیں گے کہ وہ مخلوق سے فنا ہو گیا اور حق کے ساتھ باقی رہا۔

اس لیے بندے کا اپنے مذموم افعال اور حقیر احوال سے فنا ہونا یہی ہے کہ یہ افعال اس سے معدوم ہو جائیں اور اپنی ذات اور مخلوق سے اس کا فنا ہونا یہ ہے کہ اپنے نفس اور مخلوق کے متعلق اس کا احساس جاتا رہے اور جب انسان اپنے افعال، اخلاق اور احوال سے فنا ہو چکا تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے جو کچھ بھی فنا ہو چکا اس میں موجود ہو جائے۔

اور جب یوں کہا جائے کہ بندہ اپنی ذات اور مخلوق سے فنا ہو گیا تو اس کا نفس بھی موجود ہے اور مخلوق بھی موجود، مگر اسے نہ اس کا علم ہے نہ اپنا کوئی احساس ہے اور نہ خبر، اس لیے اس کی ذات بھی موجود ہوگی اور مخلوق بھی مگر وہ اپنی ذات اور تمام مخلوق سے غافل ہے، اسے نہ اپنی ذات کا احساس ہے نہ مخلوق کا۔

چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کسی صاحب سطوت انسان کے پاس جاتا ہے تو اس کی ہیبت سے وہ اپنی ذات اور اہل مجلس سے غافل ہو جاتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ وہ اس صاحب سطوت سے بھی غافل ہوتا ہے۔ پس وہاں سے واپس آنے کے بعد اسے اگر وہاں کے اہل مجلس، صاحب سطوت کی ہیبت اور اپنی ہیئت کے متعلق دریافت کیا جائے تو وہ کچھ بھی نہ بتا سکے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جب ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کو بڑا جانا اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے ان عورتوں کو اس وقت جب کہ انھوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا اپنے ہاتھ کاٹنے کی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ حالانکہ وہ بہت کمزور ہوتی ہیں اور بول اٹھیں: ما ھذا بشر۔

(رسالہ قشیریہ، ص: ۲۳۸ تا ۲۴۰)

+++

اسرارالتوحید

شیخ ابو سعید فضل اللہ بن ابی الخیر محمد بن احمد میہنی علیہ الرحمہ پانچویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ اور نظریۂ وحدۃ الوجود کے مبلغین میں سے ایک اہم ہستی ہیں۔ ان کی پیدائش خراسان کے میہنہ گائوں میں ۳۵۷ہجری کو ہوئی اور ۴۴۰ہجری میں اسی جگہ وفات پائی۔ "اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید" ان کی شخصیت اور ارشادات پر مشتمل ہے جو شیخ محمد بن منور نے ترتیب دی ہے۔ یہ کتاب دنیائے تصوف کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کا ترجمہ بنام "اذکار السعید" مولانا رکن الدین سعیدی نے کیا ہے جسے عام افادیت کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔ ادارہ

حمد وثنا کے بعد سیدالانبیاء قدوۃ الاصفیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہستی، روح منور اور تربت عطربار پر ہماری طرف سے پرخلوص مبارکبادیاں اور فیضان خیر کی سوغاتیں جو جان ودل کی گہرائیوں سے زبان کے ذریعے نکلتی رہی ہیں، اس وقت تک پہنچتا رہے جب تک آسمان وزمین کی حرکتیں رک نہ جائیں، اس کے بعد اللہ کی رحمتیں اور فیضان خیر کی سوغاتین آپ کے ان پاک اصحاب اور اہل بیت پر ہو جو آسمان ہدایت کے ستارے اور محفل رشد وعطا کی شمعیں تھے۔ یہ سلسلہ اس وقت تک رہے جب تک شب وروز کی آمد ورفت جاری ہے۔ آمین یارب العالمین۔

سلطان طریقت، برہان حقیقت ابوسعید فضل اللہ بن ابو الخیر میہنی قدس اللہ روحہ العزیز کے فرزند ابوطاہر کے فرزند ابوسعید کا پسر بندۂ گنہگار محمد بن منور ان تحریرات کا مؤلف ہے، اس طرح اپنی گفتگو کا آغاز کررہا ہے کہ بچپن کی ابتدا اور جوانی کے آغاز سے ہی اس فقیر کا پختہ ترین ارادہ اس کار عظیم کی تکمیل پر مرکوز رہا کہ وہ اپنے دادا سلطان طریقت اور برہان حقیقت ابوسعید فضل اللہ بن ابوالخیر قدس اللہ روحہ العزیز کے مبارک مقامات ومراتب اور بابرکت نشانات وشعائر جو لائق قدر سانسوں کے ذریعے ظہور پذیر ہوئے، فوائد کی جستجو کرکے ان کو یکجا کرے اور میں نے ایسا ہی کیا اور آں موصوف دادا نوراللہ مرقدہ کے پوتوں اور خاندان کے اکابر ومشائخ سے اس باب میں معلومات حاصل کیں اوران کے سلسلۂ اسناد کی صحت میں اپنی ممکنہ کوشش کو صرف کیا۔

یہیں سے اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشیں کرلیجئے کہ شیخ کا زمانہ دین کی دولت وشوکت کا زمانہ تھا اوران کا دور شریعت وطریقت کے مجموعی شباب کا دور تھا، اس وقت سعید میں عظیم ائمہ کی موجودگی کے طفیل عالم آراستہ تھا، اس لیے کہ وہ ہستیاں آسمان دین کا آفتاب تھیں اور یقین واذعان کے چرخ نیلی فام کا روشن ستارہ تھیں، پھر بزرگ ترین مشائخ کی موجودگی کی وجہ سے روئے زمین پر زیب وزینت کا چھبن

تھا، اس لیے کہ وہ زمین طریقت کے خلل نا آشنا ستون تھے اور دنیائے حقیقت کے قطبوں میں ان کا شمار تھا، وہ صدق طلب اور صاف نیت رکھنے والے مریدین تھے، ان کی محبت میں خلوص وہمدردی کا جلوہ تھا، ان کے عظیم ارادے شریعت کی تڑپ وطلب اور جذبۂ حرص منازل طریقت پر گامزن ہونے کے سبب مالا مال تھے۔

اس بنا پر کہ وہ اپنے عہد کے دائیں بازو اور بابرکت اشخاص تھے اور اس بنا پر کہ راہ حقیقت پر گامزن رہنے کے لیے ایک رہنما اور رفیق منزل ان کو میسر رہے تا کہ اس کے حسن تعاون سے وہ حق جل جلالہ کی رضا کی طلب میں سرمست رہیں اور اس کی روشنی میں وہ نفسانی خطرات اور رحمانی الہامات واشارات میں تمیز کرسکیں، ہاں ہاں! ان ہی مذکورہ وجوہات پر مبنی تقاضوں کے پیش نظر انھوں نے ہمارے شیخ ابوسعید قدس اللہ روحہ العزیز کے زیادہ سے زیادہ حالات ومقامات اور فوائد واشارات اور انفاس وقلبیات کو یاد رکھا اور اپنے ایام ان کے ذکر وبیان میں گزارتے رہے۔ ان کا یہ شغف اور شیخ کے حالات کے ساتھ اہتمام، اس نتیجہ کا ایک بڑا باعث بن گیا کہ ہمارے خانوادے سے متعلق مشائخ نے ان کو جمع کرنے کے لیے کسی قسم کے غور وفکر کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی، نیز ان تمام لوگوں کے قلوب شیخ کے افادات سے روشن تھے اور تمام کان ان کے تذکرے سے شادماں تھے اور تمام زبانوں پر ان کی شرح وبیان کی مہک تھی، اس بنا پر وہ کسی ایسے مرتب مجموعہ کے محتاج نہ تھے جو اُن کو شیخ کے کل یا بعض افادات کی تفصیل سے آگاہ کرتا۔ وجہ یہ تھی کہ شیخ کے ایسے تمام مقالات ومضامین خاص وعام کے درمیان مشہور تھے جس نے ان کو انھیں جمع کرنے سے فارغ کررکھا تھا، پھر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کفار کی یلغار کا سانحہ اور خراسان کا فتنہ پیش آگیا، اس فتنۂ جور وظلم کی یورش خراسان میں زوروں پر تھی، اس قدر کہ خراسان میں جو کچھ ممکن تھا، وہ ہوکر رہا اور وہ نمایاں غارت گری جسے ہم نے دیکھنا تھا، وہ خراسان میں دیکھ لیا۔ اس کی وجہ سے مصائب وبلیات کا بے رحم رتھ، جسے ہم کھینچنے پر مجبور تھے اُسے کھینچنا ہی پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نازک گھڑی میں جو بلا وجہ زحمت اور تباہی وبے رحمی میہنہ اور باشندگان میہنہ پر ٹوٹ پڑی، خراسان کے شہروں میں سے کسی میں بھی اس کا ذرا سا عکس تک دیکھنے کو نہ ملا۔

اس طرح ہمیں اور تمام اہل خراسان کو میہنہ کے علاقوں میں اس حدیث کی حقیقت کا مشاہدہ ومطالعہ ہوگیا:

أَشُدُّ الْبَلَاءِ لِلْأَنْبِيَاءِ ثُمَّ الْأَوْلِيَاءِ ثُمَّ لِلْأَمْثَلِ فَالْأَمْثَلُ۔

یعنی سب سے سخت مصیبتیں انبیا ومرسلین کو پیش آتی ہیں، ان کے بعد اولیا کو، ان کے بعد جو اولیا سے زیادہ قریب اور پھر ان کو جو عزیز، ان اولیاء اللہ کے راستے پر گامزن ہو۔

اس طرح تبدریج بلا کا زور اور اس کی یلغار کی شدت ان لوگوں کے حق میں ہلکی ہوتی جائے گی جو ایمان وریاضت میں اولیاء اللہ اور ان کے عزیزوں سے ہلکے ہوں گے۔

(باقی آئندہ)

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

جہاں گیر حسن مصباحی

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ چشتیہ کے عظیم روحانی بزرگ ہیں۔ اصل نام ’’بختیار‘‘ اور لقب ’’قطب الدین‘‘ ہے۔آپ حسینی سادات ہیں۔ ابھی آپ شکم مادرہی میں تھے کہ آپ کی ولایت وبزرگی کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔آپ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں:

دوران حمل جب میں تہجد کی نماز پڑھنے کے لیے اٹھتی تو میرے شکم کے اندر سے اللہ اللہ کی آواز آتی تھی۔

ولادت باسعادت: آپ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے،لیکن اس پر تقریباً سب کا اتفاق ہے کہ آپ ۵۶۹ ہجری مطابق ۱۱۷۳ عیسوی کو آدھی رات کے وقت ’اوش‘ میں پیدا ہوئے۔آپ کی پیدائش کے وقت ایک ایسا نور نکلا جس نے تمام گھر کو روشن کردیا،جس سے والدہ ماجدہ کو یہ خیال گذرا کہ سورج نکل آیا ہے اور یہ دیکھ کر بھی وہ کافی حیران ہوئیں کہ آپ کا سر سجدے میں ہے اور زبان مبارک سے اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے۔

تعلیم وتربیت: آپ کے خاندان والے ولادت پر بے حد نازاں تھے اور گھر کی تمام برکتیں آپ کے نام سے منسوب کرتے تھے،لیکن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ابھی ڈیڑھ سال ہی کے تھے کہ شفیق والد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا اوران کی وفات کے بعد پرورش کی تمام تر ذمے داری آپ کی والدہ محترمہ پر آ گئی جنھوں نے آپ کی تعلیم وتربیت کو ایک مقدس فریضہ سمجھ کر انجام دیا۔

خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ کی ابتدائی تربیت خوداُن کی والدہ ماجدہ نے کی اور آپ جب چار سال، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو والدہ ماجدہ نے ’’اوش‘‘ میں خواجہ معین الدین چشتی کی موجودگی کو غنیمت جانا اور یہ طے کیا کہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جیسی بزرگ ہستی سے وہ اپنے لڑکے کی بسم اللہ خوانی کروائیں گی۔ چنانچہ انھوں نے قطب الدین بختیار کاکی کو خواجہ غریب نواز کی خدمت میں بھیجا۔ خواجہ غریب نواز، خواجہ قطب الدین کی تختی پر کچھ لکھنا ہی چاہ رہے تھے کہ ایک غیبی آواز آئی: اے معین الدین! ابھی لکھنے میں توقف کرو، قاضی حمید الدین ناگوری آرہا ہے، وہی ہمارے قطب الدین کی تختی لکھے گا۔

خواجہ غریب نواز رک گئے، اتنے میں وہ تشریف لائے اور خواجہ غریب نواز نے تختی ان کو دے دی۔ قاضی صاحب نے دریافت کیا کہ تختی پر کیا لکھیں؟ انھوں نے جواب دیا:

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ...

قاضی صاحب یہ سن کر حیران رہ گئے اور پوچھا! یہ تو پندرہویں پارے میں ہے،تم نے کس سے پڑھا؟ خواجہ بختیار نے جواب دیا: میری والدہ ماجدہ کو پندرہ پارے یاد ہیں،وہ میں نے شکم مادرہی میں حق تعالیٰ کی تعلیم سے یاد کرلیا ہے۔

جب پانچ سال کے ہوئے تو والدہ ماجدہ نے ایک خادم کے ہمراہ آپ کو مکتب بھیجا۔مکتب جارہے تھے کہ راستے میں ایک بزرگ ملے،اُس بزرگ نے خادم سے دریافت کیا:’’سعید ازلی‘‘ کو کہاں لے جارہے ہو؟ خادم نے جواب دیا کہ تعلیم کے لیے مکتب لے جارہا ہوں۔ یہ سن کر اُس بزرگ نے کہا: اس کو مولانا ابوحفص کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ خواجہ قطب الدین کو ابوحفص کے پاس لے جایا گیا،جن سے خواجہ بختیار نے تعلیم حاصل کی۔

شرف بیعت: خواجہ بختیار کاکی بچپن ہی سے ذکر حق کے جذبے سے مغلوب تھے، جب بڑے ہوئے تو آپ کو ایک

ایسے مردِ حق آگاہ کی تلاش ہوئی جن سے وہ روحانی تسکین حاصل کرسکیں،اسی درمیان خواجہ غریب نواز مختلف ممالک کی سیاحت کرتے ہوئے شہر''اوش'' پہنچے تھے۔خواجہ بختیار نے ان کی خدمت اور صحبت کو اپنے لیے باعث برکت سمجھا اوران کے دست حق پرست پر بیعت کرلی،خرقہ اورخلافت سے نوازے گئے اوراس طرح انھوں نے غریب نواز کے پہلے خلیفہ ہونے کا شرف حاصل کیا۔

دہلی آمد: ۵۸۳ ہجری میں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد خواجہ غریب نواز کے ساتھ مکہ معظمہ پہنچے اور کعبہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ۵۸۵ ہجری میں مدینہ منورہ سے بغداد ہوتے ہوئے ۵۸۶ ہجری میں ہرات پہنچے اور وہاں سے لاہور ہوتے ہوئے دہلی پہنچے اور یہاں سے اجمیر تشریف لے گئے۔کچھ دن اجمیر معلیٰ میں قیام کرنے کے بعد خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین ومعتقدین کے ہمراہ غزنیں تشریف لے گئے۔

لیکن چونکہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی والدہ ماجدہ سے ملاقات کیے ہوئے کافی عرصہ گذر گیا تھا،اس لیے آپ اپنے وطن''اوش'' تشریف لے گئے اور جب خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ واپس اجمیر تشریف لے آئے تو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہندوستان روانہ ہوئے اور ملتان میں قیام فرمایا،جہاں بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ کو آپ نے شرف بیعت سے نوازا،اور پھر اپنے مرشد کی رضا اور حکم سے دہلی کو مستقل اپنا مسکن بنایا۔

معمولات زندگی: خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چونکہ حافظ قرآن تھے،اس لیے روزانہ ایک ختم قرآن کیا کرتے تھے۔آپ کو عبادت میں بڑا لطف آتا تھا۔روزانہ ۹۵/رکعت نوافل پڑھتے تھے اور ہر روز تین ہزار بار درود شریف کا ورد کیا کرتے تھے۔آپ اکثر لوگوں سے چھپ چھپا کر عبادت کیا کرتے تھے،کیونکہ آپ کو گوشہ نشینی زیادہ پسند تھا۔کم کھانا،کم بولنا اور کم سونا آپ کا شعار تھا۔اکثر وبیشتر فاقہ کشی میں گذارا کرتے لیکن کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ گھر میں فاقہ ہے نہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے اور نہ کبھی کوئی حرف شکایت ہی زبان پر لاتے،بلکہ خواجہ بختیار کاکی اپنے فقر و فاقہ پر فخر اور ناز کیا کرتے تھے۔یہی سبب ہے کہ آپ کے پاس اگر کہیں سے کوئی نذرانہ آتا تو اسے قبول نہیں فرماتے تھے۔یہاں تک کہ ایک مرتبہ سلطان شمس الدین التمش نے کچھ روپے اور اشرفیاں آپ کی خدمت میں بطور نذر بھیجیں تو آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔

سماع: خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے مرشد خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سماع کا بے حد شوق تھا،جب سماع میں عشق الٰہی سے لبریز اشعار سنتے تو آپ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوجاتی اور کئی کئی روز تک یونہی بے خود رہتے۔وہ فرماتے ہیں کہ اگر سماع نہ ہوتا تو نہ لقا ہوتا اور نہ ہی لقا کا لطف حاصل ہوتا۔ایک بار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی شیخ علی سنجری کی خانقاہ میں تھے،وہاں سماع ہورہا تھا جس میں قوال احمد جام کا یہ شعر پڑھ رہے تھے کہ:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را

ہر زماں از غیب جانِ دیگرست

یعنی خنجر تسلیم کے مقتولوں کو ہر وقت غیب سے ایک اور ہی جان ملتی ہے۔یہ سنتے ہی آپ بے ہوش ہوگئے،جس کا اثر سات دن اور سات راتوں تک رہا۔

وصال: بالآخر ذکر الٰہی اور عام مخلوق کی اصلاح وتربیت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ۱۴/ربیع الاول ۶۳۳ ہجری مطابق ۲۷/نومبر ۱۲۳۵ عیسوی میں اپنے معبود حقیقی سے جاملے اور دہلی مہرولی میں قطب مینار کے نزدیک مدفون ہوئے،جہاں سے آج بھی امن وآشتی،انسان دوستی اور محبت واخوت کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

+++

مولانا شاہد رضا ازہری

اسلام اور کسب معاش کا تصور

اللہ تعالیٰ نے جب انسانوں کو عدم سے وجود کی منزل عطا فرمایا تو ان کے اندر ایک ایسا ملکہ اور قوت بھی پیدا کیا جس کے ذریعے کسب معاش اور حلال رزق کی تلاش وجستجو میں لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسب معاش اور حلال روزی کی طلب میں مشغول رہنا نہایت مستحسن عمل ہے، مگر اقتصادیات میں کوشاں رہنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان حقوق العباد سے غافل ہو جائے۔

یہی سبب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظام زندگی کے آداب وطریقے سکھانے کے ساتھ کسب معاش اور حلت و حرمت کے مابین حدود متعین فرمایا کہ کس طور پر کسب معاش اور حلال رزق حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اب ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہو جاتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کسب معاش کے طریقے کیا ہیں؟ تو اسلامی مفکرین کے نزدیک: اسلامی معاشیات ان وسائل کے علم کا نام ہے جنھیں انسان اس معاش یا ذرائع معاش سے استفادہ کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں جس میں انھیں امین و نگراں بنایا گیا ہے تاکہ اس طرح حدیث مطہرہ کے مقررہ منہج کے مطابق فرد اور معاشرے کی معاشی حالات کی تکمیل ہو۔

کچھ باطل پرستوں نے جھوٹے پروپیگنڈے کا سہارا لے کر یہاں تک کہہ ڈالا کہ ”مذہب اسلام میں زینت روا ہی نہیں ہے۔“

جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ ۳۲ (سورۂ اعراف)

یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ان سے کہہ دیجئے کس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے اللہ کی بخشی ہوئی چیزیں ممنوع کر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نِعْمَ الْعَوْنُ عَلٰى تَقْوَى اللّٰهِ الْمَالُ۔ (کنز العمال، جز:۳)

یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہی تو ہے کہ تقویٰ حاصل کرنے میں مال بڑا مددگار رہتا ہے۔

آرام دہ، عیش وعشرت کی زندگی اور مادی وسائل ہر ایک کو محبوب ومطلوب ہے۔ اگر انسان کے پاس وسائل موجود ہوں تو ہر کس وناکس کے سامنے دست غربت وافلاس دراز کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، لیکن مال ومتاع کی تباہی اور بربادی انسان کو ایسی حرکت پر مجبور کر دیتا ہے۔ بایں وجہ انسان کبھی چوری جیسے گھناؤنے کام بھی کرنے لگتے ہیں۔ قلاش وکنگال کو ایسی نوبت آجاتی ہے کہ فاقہ کشی اور تنگدستی کی زد میں ایسے کلمات کہہ جاتے ہیں جس کا اُنھیں احساس تک نہیں ہوتا ہے۔ اگر ضروریات اصلیہ کے سارے سامان موجود ہوں تو کیوں کر انسان اس قسم کے الفاظ اپنی زبانوں سے نکال سکتے ہیں۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ اَلْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ وَالْجَارُ الصَّالِحُ وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيءُ۔ (الادب المفرد، الجار السوء)

یعنی نیک مسلمان کی نیک بختی اس میں ہے کہ اس کے پاس واسع مکان ہو، اچھا پڑوسی ہو، اور اس کے پاس اچھی سواری ہو۔

اگر یہ ساری چیزیں موجود ہوں گی تو انسان خوبصورت و زریں راستے پر گامزن ہوگا۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ۔

یعنی یا اللہ! میں فقیری، افلاس اور ذلت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

غربت وقلاشی انسانی فلاح وترقی کی دشمن ہے جس سے بچنا لازم اور ضروری ہے، کیونکہ اس سے دوسری ہزاروں برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اسی لیے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فقر وفاقہ سے بچنے کے لیے دعا بھی فرمائی ہے۔

بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہتے تھے کی انسان کی معاشی زندگی ہمیشہ اچھی ہو، انسانوں کے لیے وہ تمام رکاوٹیں دور ہوں جو کہ اجتماعی نظام زندگی کی نشونما کی راہ میں حائل ہیں، تاکہ اجتماعی حالت خوشیوں سے لبریز ہو، کوئی فرد خستہ حال اور تنگدست نہ ہو لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا اور معاشی آسودگی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا جائے۔ کچھ لوگ دنیا کو ہمیشہ کے لیے جائے پناہ سمجھ لیتے ہیں انھیں سوچنا چاہیے کہ دنیا میں زندگی گذارنے والی عمر انسانی زندگی کا ایک مختصر اور چھوٹا سا حصہ ہے۔ اس کے بعد آخرت کی زندگی ہی تو اصل زندگی ہے جو ہمیشہ کے لیے رواں دواں رہے گی۔ اس لیے مقصد انسانی ایسے فلاح وبہبود کے لیے مرکوز نہیں ہونا چاہیے جو صرف دنیا کی زندگی تک محدود ہو بلکہ آخرت کے لیے بھی سامان زیست ہونا چاہیے، یہی وہ بات ہے جو اسلامی معاشی نظام اور دوسرے نظاموں کے مابین فرق پیدا کر دیتا ہے۔

اسلام نے ہمیشہ ان باتوں کی تردید ومخالفت کی ہے کہ معاشرے کی خاطر فرد کامل کو مذبح کی نذر نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انھیں نظر انداز کر کے منہ موڑ لیا جائے گا۔

مذہب اسلام ایسے برتاؤ کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ فرد کی خاطر جماعت کی قربانیاں پیش کی جائیں یا جماعت کی خاطر فرد کو بھینٹ چڑھایا جائے، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے کسب معاش کے چند اصول مقرر فرمائے ہیں اور ایسے اشخاص کے لیے اسے جاننا ضروری قرار دیا ہے جو مختلف قسم کے معاشی اور اقتصادی سرگرمیوں، مثلاً: زراعت، تجارت، صنعت، حرفت اور دستکاری وغیرہ میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ گذشتہ زمانے میں ایسے افراد پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی کہ کہیں ایسے افراد بازار میں تو نہیں ہیں جنھیں ان اصولی علوم سے واقفیت نہیں، حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو بازار بھیجا کرتے تھے کہ وہ بازار سے ایسے لوگوں کو اٹھا دیا کریں جو خرید وفروخت میں اسلامی احکام سے ناواقف ہوا کرتے ہیں، ابو عبد اللہ بن الحاج فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ درہ مارتے تھے جو بازار میں بیچتے تھے اور وہ احکام نہیں جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا جو ربا

(سود) نہیں جانتا ہے وہ ہمارے بازار میں نہ بیٹھا کرے۔

عام طور سے اسلام کے بارے میں یہ غلط افواہ اور پروپیگنڈہ پھیلائی جاتی ہے کہ: وہ خوش حالی کی طلب اور معاشی جدجہد کو محبوب نظروں سے دیکھنا پسند نہیں کرتا بلکہ صرف ایک ناگزیر برائی سمجھ کر اسے تسلیم کرتا ہے۔ اسلام کے تعلق سے ایسے خیالات وافکار نہ صرف غلط ہیں بلکہ ایک طرح سے اسلام غلط الزام بھی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جملہ وسائل کو انسان کے استفادے کے لیے بنایا ہے کہ اللہ کے بندے کھلے دلوں سے اپنے رب کریم کی نعمت عظمیٰ کو خوب استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾ (سورۂ ضحیٰ)

یعنی اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

اپنی ضروریات کی تکمیل کر کے بالقصد پر لطف زندگی گذارنے کا اہتمام کرو جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَقَدۡ مَکَّنّٰکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡہَا مَعَایِشَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۱۰﴾ (سورۂ اعراف)

یعنی ہم نے تمھیں زمین کے اختیارات کے ساتھ تمہارے لیے یہاں زندگی کا سامان فراہم کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان باطل پرستوں کا رد فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ: اسلام میں خوش حالی کی طلب اور معاشی جدوجہد کو محبوب نظروں سے دیکھا نہیں جاتا اور صرف ایک ناگزیر برائی سمجھ کر اسے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آج جدید معاشی نظام لاکھ دعویٰ کے باوجود ہر فرد انسانی کو معاشی اعتبار سے تسکین دینے میں ناکام ہے، حالانکہ یہ اکیسویں صدی کا دور ہے جس میں سائنٹفک معلومات، اختراعات وایجادات، صنعت وحرفت اور وسائل کی ترقی نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے، پھر بھی اپنے ہدف کو پانے میں کامیاب نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر اسلام نے جو کسب معاش کا نظریہ پیش کیا ہے اس کو آج ایمانداری سے اپنا لیا جائے تو وہ دن دور نہیں کہ نسل انسانی کا ہر فرد معاشی اعتبار سے مضبوط ومستحکم نظر آئے گا، کیونکہ اسلام میں اصل اہمیت فرد کی ہے نہ کہ جماعت وقوم کی، اس لیے کہ فرد کا وجود جماعت کے لیے اٹوٹ حصے کی حیثیت رکھتا ہے۔

اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جماعت کا وجود فرد سے وابستہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جماعت وقوم مجموعی طور پر جواب دہ نہ ہوگی، بلکہ ہر فرد ذاتی طور پر جواب دہ ہوگا۔ یہاں اجتماعی زندگی سے مقصود مجموعی خوشحالی نہیں ہے بلکہ ہر فرد انسان کی فلاح وبہبود مقصود ہے اور ایک ایسے صالح اجتماعی معاشی نظام کی ضرورت ہے جس میں ہر شخص ترقی وخوشحالی کی طرف مائل ہو۔ اسلام ایسے نظام اجتماعی کو ہرگز پسند نہیں کرتا ہے جس میں فرد اجتماعی شکنجے میں پیچ وتاب کھاتا رہے اور انھیں فروغ وارتقا کا موقع بھی میسر نہ ہو۔

اس لیے کہ اشرف المخلوقات کی انفرادی اور دلکش وعمدہ نشونما اور ترقی اس وقت تک ممکن نہیں ہوسکتی جب تک کہ اُسے فکر وعمل کی آزادی حاصل نہ ہو جائے، صرف آزادی رائے، آزادی تحریر، آزادی تقریر اور آزاد سوسائٹی ہی ضروری نہیں، بلکہ آزادی معاش بھی ضروری ہے۔

☆☆☆

مولانا اشتیاق عالم مصباحی

قرآن کے عاملین

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴿۹﴾ (حجر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے اسے دین اسلام یا دین محمدی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جو کتاب آپ پر اتری اسے قرآن مجید کہا جاتا ہے، جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ رب العزت نے خود اپنے ذمۂ کرم پر لی ہے، ارشاد ہے:

وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ہم ہی اس قرآن کے محافظ ہیں۔

اس آیت کریمہ میں ذکر سے مراد قرآن مجید ہے اور ذکر کا وجود بغیر ذاکر کے نہیں ہوتا کیونکہ لفظ ذکر مصدر ہے اور مصدر اپنے وجود میں ذات کا محتاج ہوتا ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ ذکر یعنی قرآن اور ذاکر یعنی صاحب قرآن اور عارف قرآن دونوں کو اتارنے والا اور ان کی حفاظت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، تفسیر حسینی میں ہے:

وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ میں لَہٗ کی ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے یعنی ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح سے حفاظت کرنے والے ہیں۔

کتاب اللہ جو مصحف کی شکل میں ہمارے درمیان ہے وہ صامت قرآن ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ جو قرآن کی عملی تفسیر ہے وہ ناطق قرآن ہے۔ دین کے یہی دو بنیادی مخزن اور سرچشمہ ہیں جن سے سیرابی حاصل کرنے والے کو صادقین، عارفین اور علما باللہ کہا جاتا ہے اور یہی ناطق قرآن ہیں جن کے پردے میں اللہ رب العزت اپنے مخلصین بندوں کو اپنا عرفان عطا فرماتا ہے۔

صاحب عرائس البیان اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''ہم نے عارفین کے قلوب، یقین رکھنے والوں کے سینے اور ایک خدا ماننے والوں کے دلوں میں قرآن نازل کیا۔

صاحب عرائس البیان مزید فرماتے ہیں:

''اللہ صدیقین اور صادقین کے دلوں کو شکوک نفسانی، وساوس شیطانی اور خطراتِ ذمیمہ سے محفوظ رکھتا ہے کیوں کہ یہی قرآن کے محافظ اور کلام اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز سے واقف ہیں۔''

صامت قرآن اور ناطق قرآن دونوں تا قیامت موجود رہیں گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ﴿۶۴﴾ (یونس)

یعنی اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں یہ ارشاد فرمایا: لانبی بعدی۔ یعنی میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہوگا وہیں یہ بھی ارشاد فرمایا:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الآخَرِ: كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ، وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الحَوْضَ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي

فِيْهِمَا۔ (ترمذی، مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ترجمہ: تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم مضبوطی سے اس پر عمل کرتے رہے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے، ان میں پہلا دوسرے سے عظیم ہے۔ ایک کتاب اللہ ہے جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رسی ہے، یعنی بندے کو خدا تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے اور دوسری میری عترت یعنی اہل بیت ہیں۔ یہ دونوں ہمیشہ ہمیش ساتھ رہیں گے حتی کہ حوض کوثر پر بھی، اس لیے بار بار غور کرو کہ میرے بعد تم نے ان دونوں سے کتنا مضبوط اپنا رشتہ رکھا ہے۔

عترت وہی ہوگی جو سیرت محمدی پر عامل اور فطرت نبوی پر قائم ہوگی، کیوں کہ کنعان جو حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا، ان کی سیرت و کردار پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اللہ نے کہا:

يٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ ۞ (ہود)

ترجمہ: اے نوح! وہ آپ کی آل نہیں ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ عترت سے مراد وہ لوگ ہیں جو عارف ذات الٰہی نہ ہوں تو کم از کم عارف صفات الٰہی ہوں۔ ایسی نفوس مقدسہ سے زمین کبھی بھی خالی نہیں رہی ہے اور نہ رہے گی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ۔ (بخاری، باب السوال من المشرکین)

یعنی میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ دین الٰہی پر قائم رہے گی، انھیں رسوا کرنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے انھیں کچھ بھی ضرر نہ دیں گے۔

دوسری روایت میں ہے:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ۔ (مسلم، قول النبی لا تزال طائفة)

یعنی میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر گامزن رہے گی۔ بعض علم ظاہر رکھنے والے کج فہم ان کی مخالفت میں لگے رہیں گے لیکن یہ اہل اللہ ہمیشہ انھیں حق کی دعوت دیتے رہیں گے اور ان کے لیے ہدایت کی دعائیں کرتے رہیں گے۔

اس حدیث رسول میں: ظاهرین علی الحق ہے، حق سے مراد دین یا کلام اللہ یا اللہ ہے۔ اگر حق سے مراد دین لیا جائے تو دین ایمان، اسلام اور احسان کے مجموعے کا نام ہے۔ اب حدیث کا معنی ہوگا کہ یہ جماعت دین کے تینوں شعبوں پر مستقیم ہوگی اور اگر قرآن مراد ہو تو معنی یہ ہوگا کہ امت قرآن پر پورے طور سے عامل ہوگی اور عارف صفات الٰہی ہوگی اور اگر حق سے مراد اللہ لیا جائے تو علیٰ استعلا کے بجائے مع کے معنی میں ہوگا، اب حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ میری امت میں ایک جماعت ایسی ہوگی جن کے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح گذرتے ہیں کہ غیر کا بلکہ اپنے وجود کا بھی خیال نہیں ہوتا۔

ان ہی مقدس نفوس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۞ (نحل)

ترجمہ: میرے بندو! اگر تم مجھے نہیں جانتے تو میرے محبوبوں سے میرا پتہ پوچھو، یعنی میرے بارے میں پوچھو، کیوں کہ حقیقت میں یہی میری معرفت رکھنے والے ہیں۔

آپ جان چکے ہیں کہ ذکر سے مراد قرآن ہے اور قرآن کلام اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو اَھْلَ الذِّکْر کا صاف مطلب یہ ہوا کہ جو قرآن کی عملی تفسیر ہیں اور جنھیں صفات الٰہیہ کا علم ہے، ان سے میری معرفت حاصل کرو۔ اگر تم نے انھیں اپنا مشعل بنایا تو یقینا یہ مشاہدے اور مکاشفے کی منزل سے گذار کر تمہیں دیدار مولیٰ کی لذت دوام سے آشنا کرادیں گے۔

اس آیت مقدسہ پر پھر ایک نظر ڈالیں۔ سب سے پہلے آپ لفظ سأل پائیں گے جس کا معنی طلب کرنا اور درخواست کرنا ہے، لفظ سأل دو مفعول کا تقاضہ کرتا ہے جب کہ اس آیت کریمہ میں صرف ایک مفعول کا ذکر ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ مفعول اول اللہ اور مفعول ثانیاً أَھْلَ الذِّکْرِ کہو، اور آیت کا معنی یہ ہو کہ اگر تمھیں آخرت کی پر خطر گھاٹیوں کا علم نہیں ہے تو تم اللہ سے ''آیت کبریٰ'' اور ''نعمت عظمیٰ''، یعنی ''اہل اللہ'' کا مطالبہ کرو کیوں کہ یہی وہ علما باللہ ہیں جو نجات کی راہوں اور درجات کی منزلوں سے خوب واقف ہیں۔

حضرت امام محمد غزالی علیہ الرحمہ علم آخرت کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ وہ علم ہے جو کتابوں میں نہیں لکھا جاتا، بلکہ یہ وہی علم باطن ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ كَهَيْئَةِ الْمَكْنُوْنِ لَايَعْلَمُهٗ إِلَّا أَهْلَ الْمَعْرِفَةِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔ (کنز العمال، جز:۱۰، ص:۱۸۱)

بعض علوم چھپے ہوئے خزانے کی طرح ہیں جنھیں صرف وہ لوگ جانتے ہیں جو اللہ کی معرفت رکھتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں کہ: بعض عارفین کا کہنا ہے کہ ہمیں اس شخص کے برے خاتمہ کا اندیشہ ہے جو اس علم سے بہرہ ور نہیں ہیں یا اس کا کوئی حصہ اسے نہیں ملا، اس علم کا کم سے کم حصہ یہ ہے کہ اس کی صداقت وحقانیت کا اعتراف کیا جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ جو لوگ اس کے اہل ہیں انھیں یہ علم حاصل ہے۔

لیکن ہماری عقل نارسا نے اس نظریے پر یقینی مہر ثبت کر دیا ہے کہ زمین اولیائے کاملین سے خالی ہو چکی ہے۔ اسی فہم نے امت کا شیرازہ منتشر کر دیا، شیطانیت غالب آئی اور آہستہ آہستہ لوگ اہل اللہ سے دور ہوتے چلے گئے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم خدا سے بہت دور ہیں۔

آئینۂ دل کو ان آلائشوں سے صاف کرنے کی ضرورت ہے جو اللہ کی ذات، صفات، اسما، افعال اور احکام کی معرفت میں رکاوٹ ہیں، لیکن امام محمد غزالی قدس اللہ سرہٗ کے بقول:

''یہ علم کتابوں میں نہیں لکھا جاتا۔''

صادقین اور اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کی تلاش اور ان کی صحبت ضروری ہے تا کہ ان کی توجہ سے قلب پر جو کفر خفی، شرک خفی اور خصائل رذیلہ کی دبیز گرد جم چکی ہے وہ صاف ہو جائے اور دل نور ایمان سے منور ہو جائے۔

عالم باللہ وہ کہلاتا ہے
جس کی صحبت میں خدا یاد آتا ہے
ماسوا درویشِ کامل کے کوئی
دہر میں ہرگز نہیں ہے مولوی

☆☆☆

جہاں گیر حسن مصباحی

حیات طیبہ

حضرت عبدالمطلب خاندان بنوہاشم سے تھے اور قریش کے معزز سرداروں میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ان کی دس اولادیں ہوئیں جن میں حضرت عبداللہ سب سے زیادہ شریف اور حیادار تھے۔اُن کا نکاح آمنہ بنت وہب بن عبدمناف سے کیا جو قریش قبیلہ کی تمام عورتوں میں سب سے برتر اور افضل تھیں۔

جس سال سرورکائنات شکم مادر میں آئے،قریش میں سخت قحط سالی تھی،لیکن وہ قحط سالی فراخ سالی میں تبدیل ہوگئی۔وحشی چوپائے اور چرندوپرندسردارانبیا کے وجود کی گواہی دینے لگے۔حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے خواب میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے تیرے شکم میں جہان کا سردار ہے۔جب وہ پیدا ہوں تو اُن کا نام محمد رکھنا۔

شکم مادر میں منتقل ہوئے ابھی دوماہ ہوئے تھے کہ حضرت عبداللہ بیمار ہوئے اور اسی بیماری کے سبب اُن کا انتقال ہوگیا۔ولادت سے ۵۵ ردنوں پہلے''اصحاب فیل'' کا واقعہ پیش آیا،جب یمنی بادشاہ ابرہہ اپنے لشکریوں کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کرنے کے لیے آیا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کے ذریعے اُنھیں شکست دی اور یہ ہزیمت ابرہہ اور اس کے لشکریوں کو اس لیے ملی کہ سرداردوجہاں پیدا ہونے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کو یہ کب پسند ہوتا کہ جو تمام مخلوقات کا سردار ہے وہ غلام اور مفتوح قوم میں پیدا ہو۔

ولادت باسعادت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب شکم مادر میں پورے نو مہینے کے ہوگئے تو ۱۲ ؍ربیع الاوّل مطابق ۲۰ ؍اپریل ۵۷۰ عیسوی پیر کے دن فجر کے وقت پیدا ہوئے،گویا نبی کریم کی پیدائش ہوئی تو اندھیرا بھاگ رہا تھا اور اُجالا اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔پیدائش کے وقت آپ اس حال میں تھے کہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور سرآسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے تھے۔بدن پاکیزہ،خوشبودار اور ختنہ کیے ہوئے۔ناف بریدہ،چہرہ چودھویں چاند کی طرح روشن، آنکھیں قدرت الٰہی سے سرمئی اور دونوں شانوں کے درمیان مہرنبوت کا نشان صاف چمک رہا تھا۔عبدالمطلب جو کعبہ میں تھے،آئے،آپ کو گود میں لیا اور بیت اللہ شریف میں لے گئے،وہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے دعا کی اور پوتے کی شکل میں ملی''نعمت عظمیٰ'' پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ابولہب کی باندی ثوبیہ نے جب ولادت نبوی کی خبر دی تو اُس نے خوش ہوکر ثوبیہ کو آزاد کردیا جس کا بدلہ وہ اپنی موت کے بعد بھی پاتا رہا کہ جس انگلی کے اشارے سے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا اُس کے چوسنے سے عذاب میں تخفیف ہوجاتی اور کچھ دیر کے لیے تسکین حاصل ہوتی تھی۔

پیدائش کے وقت کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے جو اُس سے پہلے کبھی وجود میں نہیں آئے تھے،جیسے:ستارے تعظیم کے لیے جھک گئے۔ایک ایسا نور چمکا کہ اس کی روشنی میں مکہ والوں نے قیصر کے محلات دیکھ لیے۔مدائن شہر میں کسریٰ کے محلات میں شگاف پڑگیا اور اس کے چودہ کنگرے گرپڑے۔ اس کا نتیجہ اس وقت سامنے آیا جب مدائن کے چودہ باشاہوں کے بعد وہاں اسلام کا بول بالا ہوا۔فارس کے آتش کدے سرد پڑگئے اور کوفہ اور شام کے درمیان ایک ندی جو بالکل خشک ہوگئی تھی بہنے لگی۔

ابتدائی زندگی: کچھ دنوں تک خود والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا اور پھر کچھ دنوں تک ابولہب کی باندی ثوبیہ نے۔ اس کے بعد یہ خدمت حلیمہ سعدیہ کے سپرد ہوئی جو غریب سہی لیکن حسب ونسب اور اپنی طبیعت کے اعتبار سے پاکباز اور حیادار تھیں۔ حلیمہ سعدیہ کی اونٹنی جو بھوک کے مارے ایک قطرہ بھی دودھ نہ دیتی تھی اور نہ ہی وہ خود اپنے بچوں کو پیٹ بھر دودھ پلا پاتی تھیں، محسن انسانیت کے آتے ہی ان کی دراز گوش اونٹنی بھی دودھ دینے لگی، گھر میں ہر طرف خوش حالی آ گئی اور حلیمہ سعدیہ کی تمام تنگ دستی بھی دور ہوگئی۔

شق صدر: جب دو سال کچھ ماہ کے ہوئے تو پہلی بار ''شق صدر'' کا واقعہ پیش آیا کہ دو فرشتے آئے اور سینہ مبارک چاک کیا اور یہ کہتے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا بدن سے نکال کر باہر کر دیا کہ: یہ شیطان کا حصہ ہے، تاکہ آپ بچپن کی آلائشوں سے محفوظ رہیں اور اخلاق حسنہ کے سائے میں پرورش پائیں، دوسری بار دس سال کی عمر میں تاکہ آپ بہترین اوصاف کے ساتھ جوان ہوں، تیسری بار ''غار حرا'' میں تاکہ وحی الٰہی کی سختی برداشت کر سکیں اور چوتھی بار ''شب معراج'' تاکہ تجلیات الٰہی کے لیے تیار ہو جائیں۔

ابوطالب کی کفالت: جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا اور دادا عبدالمطلب کی کفالت میں آ گئے لیکن ابھی آٹھ ماہ کچھ دن کے ہوئے تھے کہ شفیق ومہربان دادا کا بھی انتقال ہو گیا اور اپنے چچا ابوطالب کی سرپرستی میں آ گئے۔ انھوں نے بڑے اچھے طور پر آپ کی پرورش کی، یہاں تک کہ اپنی ذات اور اپنے بیٹوں پر بھی آپ کو فوقیت دیتے رہے۔

نبوت کی پیشن گوئی: بارہ سال کی عمر ہوئی تو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ملک شام کا پہلا سفر کیا، اسی سفر میں بحیرہ راہب نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ یہ سارے جہانوں کے سردار اور اللہ کے رسول ہیں۔ پچیس سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے محسن انسانیت کے صادق وامین ہونے کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت خدیجہ جو مکہ کی معزز خاتون اور مشہور تاجرہ تھیں، آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرا مال تجارت لے کر ملک شام جائیں۔ اس طرح دوسری بار تجارت کی غرض سے حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ شام روانہ ہوئے، جب بصرہ کے بازار میں آپ خرید وفروخت کر رہے تھے کہ نسطورا راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے کہا کہ یہ آخری نبی ہیں، ان سے کبھی جدا نہ ہونا اور ان کے ساتھ ہمیشہ نیک نیتی سے پیش آنا۔

ازدواجی زندگی: حضرت خدیجہ آپ کے اخلاق سے بہت متأثر تھیں، پھر جب غلام میسرہ کی زبانی سفر تجارت کا سارا ماجرا سنا تو ان کا یہ یقین اور بھی پختہ ہو گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ چنانچہ اس سفر کے تین مہینے بعد اپنی سہیلی نفیسہ بن منیہ کے ذریعے شادی کا پیغام بھیجا جسے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے مشورے سے قبول فرما لیا اور وقت مقررہ پر ابوطالب نے پانچ سو درہم مہر کے عوض حضرت خدیجہ سے آپ کا نکاح پڑھا دیا۔ یہ آپ کی پہلی شادی تھی اور اس وقت آپ پچیس سال کے تھے جبکہ حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال اور وہ بھی دو بار بیوہ ہو چکی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اور شادیاں کیں اور سب کا مہر پانچ سو درہم ہی قرار پایا۔ ان میں حضرت عائشہ کے سوا، باقی سب بیوہ تھیں۔ آپ کی تمام اولادیں چھ ہوئیں، جن میں پانچ اولادیں حضرت خدیجہ کے بطن سے اور ایک لڑکا حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہیں، مثلاً:

۱۔ حضرت زینب ۲۔ حضرت ام کلثوم
۳۔ حضرت رقیہ ۴۔ حضرت فاطمہ

۵۔حضرت قاسم ۶۔حضرت ابراہیم۔

رضی اللہ عنہم و عنہن

ایک بہترین شوہر میں جتنی خوبیاں ہوتی ہیں وہ تمام تر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھیں۔آپ نے کبھی کسی اہلیہ کو شکایت کا کوئی موقع نہیں دیا اور نہ ہی کسی کی کبھی کوئی حق تلفی فرمائی۔

معمولات زندگی: محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر سطح پر مکمل واکمل نظر آتی ہے، خواہ عائلی ہو، معاشرتی ہو، تبلیغی ہو یا پھر تقوی۔آپ گھر کے کام کاج بھی بڑی خندہ پیشانی سے کیا کرتے، جیسے: سبزیاں کاٹنا، کپڑے سینا اور خرید وفروخت کرنا۔مسجد نبوی اور خندق کھودنے کے موقعے پر جس عمل کا مظاہرہ کیا وہ ہر اس امیر و حاکم کے لیے مشعل راہ ہے جو اِس منصب کو محض حکمرانی اور عیش وعشرت کا سامان سمجھتے ہیں۔ تکالیف پہ تکالیف سہتے رہے، گالیاں سنتے رہے اور اپنے بیگانوں نے مذاق بھی اڑایا مگر تبلیغی ذمے داری سے ذرا بھی پیچھے نہیں ہٹے اور ہر قیمت پر پیغام الٰہی پہنچانے کا عمل جاری رکھا۔سردار انبیا تھے، دونوں جہان کی حکومت حاصل تھی، خدا کے بعد سب سے عظیم ترین شخصیت کے مالک رہے، لیکن ہمیشہ بارگاہ الٰہی میں استغفار اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، جس پر خدا کو بھی ناز ہوتا، جب کہا جاتا کہ اتنی عبادت کیوں؟ تو فرماتے کیا میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟

اعلان نبوت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وبیشتر غور وفکر اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔اس کے لیے دو خاص جگہوں پر برابر جایا کرتے تھے، ایک ''کعبہ شریف'' اور دوسری ''غار حرا''۔بارہا ایسا ہوتا تھا کہ ''غار حرا'' چلے جاتے اور گھنٹوں عبادت الٰہی میں منہمک رہتے، یہاں تک کہ جب آپ کی عمر مکمل چالیس سال کی ہوگئی تو اسی غار حرا میں ''وحی'' کا نزول ہوا، حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر تشریف لائے اور حکم الٰہی سنایا کہ اب آپ اپنی نبوت کا اعلان کیجیے اور لوگوں کو ایک خدا کی عبادت کی طرف بلائیے۔

واپس گھر تشریف لائے اور ساری کیفیت اپنی ہمدرد شریک حیات حضرت خدیجہ سے بیان کیا وہ اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جہاں انھوں نے آپ کے نبی ہونے کی گواہی دی اور مستقبل میں ان کے ساتھ پیش آنے والے مشکلات کا ذکر کیا۔آپ نے پہلے فرداً فرداً دعوت دینا شروع کیا اور سب سے پہلے حضرت خدیجہ، حضرت ابوبکر، حضرت علی اور زید بن حارثہ ایمان لائے۔پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ ''فاران'' کی چوٹی پر چڑھ کر علی الاعلان ''توحید'' کی دعوت دی اور کہا: اے لوگو! ایک اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ، یہ بت جنھیں تم پوجتے ہو ہرگز عبادت کے لائق نہیں۔

دعوت کا ردعمل اور اثر: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی ایک اللہ اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی تو عربوں میں کہرام مچ گیا، کل تک جو لوگ آپ پر اپنی جان و مال نچھاور کیا کرتے تھے، اب وہی لوگ آپ کی جان کے دشمن ہو گئے، جنھوں نے آپ کی صداقت اور امانت داری کے گن گائے تھے، وہی آپ کو مجنوں اور جادوگر کہنے لگے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم واستقلال میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا، بلکہ بڑی شجاعت وبے باکی سے اپنے فرائض کو بخوبی انجام دیتے رہیں۔جس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ایک طرف کفار ومشرکین پسپائی پر مجبور ہوئے تو دوسری طرف ان لوگوں کو دین میں داخل ہونے کا موقعہ ملا جو لوگ کسی خوف کے سبب ایمان نہیں لا پا رہے تھے یا پھر جو غلام کی حیثیت سے کسی نہ کسی کفار ومشرکین کے تابع تھے۔

حسن اخلاق کا نمونہ: آپ حسن اخلاق کے پیکر تھے،

ہر کسی سے رحمت و محبت کا اظہار فرماتے، خواہ اپنے ہوں یا بیگانے، یہاں تک کہ ایک بوڑھیا جو روزانہ آپ کے راستے میں کوڑا کرکٹ ڈال دیا کرتی تھی، بیمار پڑنے پر اس کی مزاج پرسی کر کے، ایک ایسا انمول سبق دیا جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا آج بھی قاصر ہے۔

طائف میں پتھر مارے جا رہے تھے اور قدم مبارک لہولہان ہو رہا تھا ایسے عالم میں بھی جب جبرئیل آئے اور کہا کہ حکم ہو تو انھیں دو پہاڑوں کے بیچ پیس کر رکھ دوں تو رحمۃ للعالمین نے منع فرما دیا اور کہا کہ یہ نہ سہی لیکن ان کی اولادیں تو ایمان لائیں گی۔ صحابہ بھی آپ پر ٹوٹتے مظالم کو دیکھ کر تڑپ اٹھتے اور کہتے کہ یارسول اللہ! ان کے لیے ہلاکت کی دعا کیوں نہیں فرما دیتے، رحمۃ للعالمین برجستہ لب کشا ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا فرماتے: اللھم اھدیھم۔

یعنی اے اللہ! انھیں ہدایت نصیب فرما۔

ہجرت اور اس کا اثر: یہ آپ کی دعا اور صبر آزما عمل کا پھل تھا کہ حضرت عمر جیسے سخت طبیعت کے مالک ایمان لائے اور اُن سے اسلام کا وہ کام ہوا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ پھر جب کفار و مشرکین کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ''ہجرت'' کا حکم فرمایا اور اس طرح اپنی زندگی کا بیشتر حصہ یعنی ۵۳ ر سال مکہ مکرمہ میں بسر کرنے کے بعد ''مدینہ منورہ'' تشریف لے گئے جہاں سے اسلام نے دنیا کے اکثر حصوں پر اپنی فتح کا جھنڈا لہرایا اور دنیا کے سامنے انسانیت کی مکمل شبیہ پیش کی۔

مدینہ منورہ آنے کے بعد جب حالات ناگزیر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دفاعی غزوات کی راہ اپنائی، جس میں بدر، احد، خندق، حنین وغیرہ غزوات رونما ہوئے۔ اُن میں قیدیوں اور مفتوح قوم کے ساتھ جو حسن سلوک کا مظاہرہ کیا گیا، انسانیت آج بھی اس کی مرہون منت ہے۔ پھر صلح حدیبیہ کے ذریعے آپ نے جو فتح عظیم حاصل کیا اس نے کفار و مشرکین کی بنیاد ہی کو مسمار کر کے رکھ دیا اور پھر اس کے بعد اسلام کی روشنی پھیلی تو نہ کوئی گورا رہا نہ کوئی کالا۔ نہ کوئی عربی رہا نہ کوئی عجمی، بلکہ سب آدم کی اولاد ہونے کے ناطے بھائی بھائی ہو گئے، کسی کو اس کی مثال چاہیے تو مدنی انصاریوں کا عمل اخوت دیکھ لے جنھوں نے اپنی جائیداد کے دو حصے کیے ایک اپنے پاس رکھا اور دوسرا حصہ اپنے مہاجر بھائیوں کو دے دیا، یہاں تک کہ اگر کسی کے پاس دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دیکر اپنے مہاجر بھائیوں کے نکاح میں دے دیا۔

حیات طیبہ میں جتنی بھی غزوات ہوئیں سب میں حضور بنفس نفیس شریک ہوئے اور نہ صرف امت مسلمہ کی مثالی قیادت فرمائی، بلکہ ایک مجاہد کی طرح موقع بہ موقع صف آرا بھی رہے۔

وصال پر ملال: ہجرت کے دسویں سال صحابہ کرام کے ساتھ حج کا ارادہ فرمایا جسے ''حجۃ الوداع'' کہا جاتا، اسی سال عرفہ میں: یہ آیت اتری: الیوم اکملت لکم دینکم۔ یعنی میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ اب وقت قریب ہے، چنانچہ اس موقع سے عرفات کے میدان ایک تاریخی خطبہ دیا جو نہ صرف اسلامی قانون کا نچوڑ ہے بلکہ تا قیامت پوری انسانیت کے لیے ایک انمول خزانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ حج سے واپسی کے دو مہینے بعد ماہ صفر کے اخیر میں آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور پھر وہ دن بھی آیا کہ جب نبی آخر الزماں ۶۳ ر سال کی عمر پاک ۱۲ ر ربیع الاول بروز پیر ۱۱ ہجری مطابق ۶۳۲ عیسوی میں اس ظاہری دنیا سے پردہ فرما گئے اور اپنے رب حقیقی سے جا ملے، وصال کے وقت وقت زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے: اَللّٰھم فی الرفیق الاعلیٰ۔

+++

امام الدین سعیدی

مومن کی پہچان

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں سب سے اشرف اور بہترین مخلوقات میں پیدا فرمایا اور طرح طرح کی اپنی بے بہا نعمتوں سے نوازا، لیکن سب سے بڑی نعمت جو ہم انسانوں کو عنایت کیا ہے وہ ایمان کی دولت ہے، جس کے سبب تمام امتوں میں ہم بہترامت قرار پائے اور مومن کہلانے کا حقدار بنے۔ اب مومن کے اوصاف کیا ہیں اور اس کی نشانیاں کیا ہیں، اس تعلق سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۝۱۵ (سورۂ حجرات)

یعنی اللہ رب العزت نے اس آیت کے اندر مومن کی نشانی یہ بتائی ہے کہ حقیقت میں مومن وہی ہے جو اللہ و رسول پر ایمان لائے اور کسی شک میں نہ پڑے، پھر اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے، یہی لوگ اپنے ایمان میں سچے ہیں۔

ایمان کا مطلب

یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ذات وصفات کے اعتبار سے۔

☆ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ایک جانے، اس کی صفات وکمالات کو دل سے مانے، اس کے احکام دل سے قبول کرے اور اس کی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کر لے۔

☆ رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی رسالت ونبوت میں شک نہ کرے، ان کی اتباع وپیروی کو اپنے اوپر لازم کر لے، ان کی حد درجہ تعظیم کرے اور ان سے اپنا قلبی لگاؤ مضبوط رکھے۔

شک نہ کرنے کا مطلب

شک نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے ایسا یقین حاصل ہو جیسے کہ دھوپ دیکھنے کے بعد ہمیں سورج کا یقین ہو جاتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور جیسے ہمیں اس بات کا یقین حاصل ہے کہ دس کا عدد تین کے عدد سے بڑا ہے۔ لاکھ کوئی کہے کہ دس کا عدد تین کے عدد سے چھوٹا ہوتا ہے اور وہ اپنے اس دعوی پر دلیل بھی دے، پھر بھی ہمارے اس یقین میں فرق نہیں آئے گا کہ دس تین سے بڑا ہے، اسی طرح ایمان کا بھی حال ہے کہ جب ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں تو ان کی ہر بات پر ایسا ہی یقین ہونا چاہیے۔

جان سے جہاد

جان سے جہاد کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جان کو اللہ و رسول کی اطاعت میں کھپا دیا جائے۔ جس طرح تم اپنے اہل و عیال کے لیے پریشانیاں برداشت کرتے ہو اور اسے خوش

رکھنے کے لیے سخت سے سخت تکلیف اٹھا لیتے ہو، ایسے ہی اپنے مولیٰ کو خوش رکھنے کے لیے اور اس کے احکام کی اطاعت کے لیے جو بھی پریشانی اور مشکل آجائے اس کی وجہ سے اس کی ناراضگی مول نہ لو بلکہ اس مشکل کو برداشت کرو۔ اپنی طبیعت اور مزاج کے آرام کا خیال مت رکھو۔

مال سے جہاد

مال سے جہاد کا مطلب یہ ہے کہ اپنی دولت میں سے ضروریات زندگی کے علاوہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ اب رہا یہ سوال کہ کتنا مال خرچ ہو؟ تو نفلی صدقہ میں کوئی مقدار متعین نہیں، یہ تو ہر مومن کے ایمان کے اعتبار پر موقوف ہے۔ ظاہر ہے جس کا ایمان جتنا مضبوط اور پختہ ہوگا، اس کے پاس راہ مولیٰ میں خرچ کرنے کا جذبہ اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

انسان دنیاوی فائدے کے لیے دنیاوی کاموں میں بے دریغ دولت لٹاتا ہے اور اسے ذرہ برابر افسوس نہیں ہوتا، جبکہ اس کا فائدہ صرف دنیا ہی تک محدود ہے وہ بھی یقینی نہیں مگر اللہ کی راہ میں تھوڑا مال بھی خرچ کرنے میں افسوس کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اتنا بڑا فائدہ ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا، اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، اس کی مثال یہ ہے کہ:

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ۲۶۱ (سورۂ بقرہ)

یعنی اس دانے کی طرح ہے جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے، مزید اللہ چاہے تو اس میں کئی گونہ اضافہ کرسکتا ہے۔

اس آیت میں اللہ رب العزت نے کھلی ہوئی مثال کے ذریعے ہمیں یہ سمجھا دیا کہ ہم جتنا بھی مال اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے تو اس کا سات سو گنا اجر ہمیں ملے گا اور اللہ چاہے تو اس اجر کو کئی گنا زیادہ کرسکتا ہے۔

کسی بزرگ کا قول ہے کہ انفاق سے نفاق ختم ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دل کا نفاق ختم ہوتا ہے۔

چونکہ ہم آخرت کا فائدہ اور وہاں کی نعمت نہیں دیکھ رہے ہیں، اس لیے اس کا احساس اور شوق نہیں اور دنیا کا فائدہ دِکھتا ہے، اس لیے اس طرف ہم زیادہ بھاگتے ہیں مگر یاد رکھیے کہ دنیا کی چیزوں سے کہیں زیادہ ایک مومن کو آخرت کی نعمتوں پر یقین ہونا چاہیے کیونکہ اس کی خبر خود خالق کائنات دے رہا ہے، جس کی بات کی سچائی اور حقیقت میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ اُسے بلا چون و چرا دل سے تصدیق کرنا ہی ایمان ہے، چاہے وہ ہمیں نظر آئے یا نہ آئے، اس لیے کہ اہل ایمان کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس تفصیل کی روشنی میں ہر مومن کو اپنے اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہیے کہ وہ سچے مومن ہیں یا صرف زبان سے محض ایمان کا دعوی کررہے ہیں؟ سچے مومن کی کسوٹی کیا ہے؟ ہمیں قرآن نے بتادیا ہے اس پر اپنے آپ کو آزمائیں۔ اگر ہم حقیقت میں ایمان سے دور ہیں تو ہمیں کامل ایمان حاصل کرنے کے لیے صراط مستقیم پر چلنا پڑے گا اور سچوں کی صحبت اختیار کرنا پڑے گا۔

+++

محمد مبشر حسن

دکانداری اور ایمانداری

کسب معاش، ضرورت وحاجت، عیش وآرام اور زندگی کے دیگر سارے لوازمات کے لیے اس عالم رنگ و بو میں ہزاروں قسم کی تجارتیں اور دکانیں ہیں، مثلاً جنرل اسٹور، میڈیکل اسٹور، کلاتھ شوپ، جیولریز، کتب خانہ، اسٹیشنریز، ہارڈویر کی دکان، ہوٹل، کمپنی، فیکٹری، اسپتال، غرضیکہ زندگی سے متعلق ہرساز وسامان کی تجارت وغیرہ۔

یادرہے ہم اس تجارت ودکان کی باتیں کررہے ہیں جو ازروئے شرع جائز ہے۔ اس کی پائیداری، بقا اور ترقی کے لیے کچھ بنیادی اصول اور طریقے ہیں جن کی پابندی کرنا ہر صاحب کاروبار اور دکاندار کا فریضہ ہے۔

صالح نیت

سب سے پہلی چیز نیت ہے کہ دکان دار اور بزنس مین اپنے کسٹمر کے ساتھ اچھی نیت رکھے، کیونکہ نیت پر تمام عمل کا دارومدار ہوتا ہے اور یہی کامیابی اور منزل مقصود تک پہنچنے کی پہلی کڑی ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔

یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اب نیت یہ ہو کہ میں جو چیز فروخت کررہا ہوں، کسٹمر اُس سے خوب خوب فائدہ اٹھائے اور دوبارہ آنے پر مجبور ہو، یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اُسے اچھی نیت کے ساتھ اچھے سامان دیں گے اور قیمت بھی مناسب لیں گے۔ اس میں کسی قسم کا نقص نہ پایا جائے گا اور اگر کوئی نقص ہو تو اسے اس کے سامنے واضح کردیں۔

ایمانداری

ایمانداری اور دیانت داری تو ہر مومن کی شناخت ہے، خاص کر کاروبار کرنے والوں اور دکانداروں کے لیے اس وصف کا حامل ہونا، اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس سے اللہ و رسول کی خوشنودی کے ساتھ کاروبار کو بھی ترقی ملتی ہے۔ متعدد جگہوں پر قرآن وحدیث میں اس کی تاکید آئی ہے:

وَ اَوۡفُوا الۡكَيۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ وَ زِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ﴿۳۵﴾ (بنی اسرائیل)

ترجمہ: ناپ پورا رکھا کرو جب بھی تم کوئی چیز ناپو، جب تولنے لگو تو سیدھے ترازو سے تولا کرو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی خوب تر ہے۔

عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ بزنس مین اور کسٹمر کے درمیان حساب وکتاب کے معاملے میں اکثر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، جس کا اصل سبب بے اصولی ہے۔ اس کے لیے قرآن نے ایک اصول دیا ہے جسے عام طور پر ہر کاروبار کرنے والے اپناتے بھی ہیں، لیکن خدائی اصول سمجھ کر نہیں، اس لیے اُسے خدائی اصول سمجھ کر لازمی طور پر اپنائیں تاکہ معاملات کے بگڑنے کی تمام راستے بند ہوجائیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا

تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ وَ لْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ۝۲۸۲ (بقرہ)

ترجمہ:اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ وقت تک کے لیے آپس میں قرض کا معاملہ کروتو اُسے لکھ لیا کرو اور تمھارے درمیان جو لکھنے والا ہو،اُسے چاہیے کہ انصاف کے ساتھ لکھے۔

اسی آیت کے اندر آگے مزید تاکید کی گئی ہے:

وَلَا یَبْخَسْ مِنْہُ شَیْئًا یعنی لکھواتے وقت کمی نہ کرے۔

کاروبار اور دکان کی صفائی ستھرائی، زیب و زینت اور نمائش کسٹمر کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ ہر باشعور شخص واضح طور پر یہ فرق محسوس کرتا ہے کہ ایک آدمی روڈ کے کنارے ٹھیلے پر کسی سامان کی تجارت کرتا ہے، دوسرا شخص بعینہ اسی سامان کی تجارت شو روم میں کرتا ہے، دونوں کے نفع میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے، چونکہ ٹھیلے والے کے پاس نہ زیادہ صفائی وستھرائی ہے، نہ ہی زیب و زینت اور نہ آرائش ونمائش کا کوئی انتظام ہے،اسی لیے کسٹمر کی توجہ ٹھیلے کی جانب نہیں ہو پاتی اور انھیں شورروم کا حسن اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔لیکن کئی مرتبہ شوروم والے کسٹمر کے ساتھ بڑی فریب کاری سے کام لیتے ہیں اور کم قیمت والے سامانوں کے ذریعے ہی ہزاروں روپیے کمانے کی غلط آرزو رکھتے ہیں۔ خاص کر ٹھیکہ دار، ایجنٹس اور ڈیلرس کالے دھندوں کے ذریعے کسٹمر کے خون پسینے کی کمائیوں کو آن واحد میں اپنے پاکٹ بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ایسی تجارت اور حصول رزق کی بڑی مذمت اور وعید آئی ہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ ۝۲۹ (نسا)

ترجمہ:اے مومنو! آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔ہاں! باہمی رضامندی سے تجارت ہوتو کوئی حرج نہیں۔

مزید فرمایا گیا: اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ،لاَ یَخُوْنُہٗ وَلاَ یَکْذِبُہٗ وَلاَ یَخْذُلُہٗ۔ (ترمذی،شفقۃ علی المسلم)

یعنی مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اُس سے خیانت کرتا ہے نہ اُس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اُسے ذلیل کرتا ہے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا: لَا تَحَاسَدُوْا،وَلَا تَبَاغَضُوْا،وَلَا تَدَابَرُوْا،وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ،وَ کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا۔ (مسلم،تحریم الظن)

ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے رخ نہ موڑو، ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو اور اللہ کے بندے باہم بھائی ہو جاؤ۔

کرۂ ارض پر موجود سارے بزنس مین اور دوکانداروں کو چاہیے کہ اپنے کاروبار کی تزئین وترقی کے لیے اسلامی اصول تجارت کی تابعداری کریں، خرید وفروخت میں ذرا بھی جھوٹ اور فریب سے کام نہ لیں، اپنے کسٹمر کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئیں اور اُن سے نہایت نرم لہجے میں گفتگو کریں۔ اگر اُنھیں سامان یا ریٹ پسند نہ ہو تو مصالحت کی کوشش کریں،لیکن خدارا مسخرہ پن یا تیور بدلنے کی کوشش نہ کریں، بلکہ ہمیشہ حسن سلوک، اچھی گفتگو اور نرم لہجے کی سحر انگیزیوں سے کام لیں اور کسٹمر کے دلوں کو جیت کر کاروبار کو ترقی دیں تاکہ دنیا بھی خوبصورت ہو جائے اور آخرت بھی سنور جائے۔

☆☆☆

سید سلمان چشتی

تصوف اور صوفی

لفظ تصوف اور صوفی کی وجہ تسمیہ کے بارے میں علما کے مختلف اقوال ہیں:

پہلا قول: تصوف ''الصفاء'' سے بنا ہے جس کے معنی صفائی اور پاکیزگی کے ہیں۔ اس کی رو سے کسی شئے کو ہر طرح کی ظاہری اور باطنی آلودگی سے پاک وصاف کر کے روشن اور شفاف بنا دینا تصوف ہے۔ اس اعتبار سے صوفی وہ شخص ہے جس کا دل ہر برائی سے پاک اور نفس ہر گندگی سے دور ہو۔

دوسرا قول: تصوف ''الصفو'' سے بنا ہے جس کے معنی محبت اور دوستی میں اخلاص کے ہیں، جیسا کہ عربی لُغت ''المنجد'' میں ہے کہ: ''الصفو'' کے معنی محبت میں اخلاص کے ہیں اور صفی سے مراد مخلص دوست ہے۔ اس اعتبار سے صوفی وہ شخص ہے جس نے دنیا وآخرت کے اجر وثواب سے بے نیاز ہو کر محبوب حقیقی سے بے لوث محبت اور دوستی کا رشتہ استوار کر لیا ہو اور جس کی تمام تر کوششیں صرف رضائے الٰہی کی طلب کے لیے ہو۔

تیسرا قول: تصوف ''صفہ'' سے بنا ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ ابوبکر بن اسحاق بخاری فرماتے ہیں:

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ صوفی کی وجہ تسمیہ اوصاف کے اعتبار سے ''اصحاب صفہ'' سے قریب تر ہونا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے۔

شیخ احمد الحسینی فرماتے ہیں: یہ ''صفہ'' سے ماخوذ ہے کیونکہ تصوف تمام تر خوبیوں سے متصف ہونے اور اوصاف مذمومہ کے چھوڑ دینے پر مبنی ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ لفظ تصوف کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تصوف میں ''ت'' سے مراد توبہ ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

☆ توبۂ ظاہری ☆ توبۂ باطنی

☆ توبۂ ظاہری یہ ہے کہ انسان قولاً اور فعلاً اپنے تمام اعضائے ظاہری کو گناہوں اور برائیوں سے ہٹا کر اطاعت کی راہ اختیار کرے، نیز خلاف شریعت اعمال سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرے۔

☆ توبۂ باطنی یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو آلائشوں سے پاک رکھے اور شریعت کے موافق اعمال صالحہ کی طرف رجوع کرے۔ پھر جب برائی نیکی سے بدل جائے تو ''ت'' کا مقام مکمل ہو گیا، یعنی اس کو کامل توبہ نصیب ہو گئی۔

''ص'' سے مراد ''صفائی'' ہے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

☆ قلب کی صفائی ☆ مقام سر کی صفائی

☆ قلب کی صفائی یہ ہے کہ دل اُن بشری کدورتوں سے اور آلائشوں سے پاک ہو جائے جو عموماً دل کے اندر پائی جاتی ہیں، مثلاً: بکثرت کھانے پینے اور زیادہ جماع وغیرہ،

مقام سر کی صفائی یہ ہے کہ اِن بری عادتوں سے دل کو پاک وصاف رکھنے کے لیے شروع میں شیخ کامل کی تلقین سے بالالتزام ذکر بالجہر کیا جائے، یہاں تک کہ ''ذکر خفی'' کا مقام حاصل ہو جائے۔

''و'' سے مراد ولایت ہے۔ یہ ایک مقام ہے جو تصفیہ

کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ولایت کا ماحصل یہ ہے کہ انسان اپنے اندر اخلاق الٰہیہ پیدا کرے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللہِ۔

یعنی اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو۔

''ف'' سے مراد ''فنافی اللہ'' ہے۔جب صفات بشری فنا ہوجاتی ہیں تو صفات باری تعالیٰ باقی رہ جاتی ہیں۔چونکہ اس ذات پاک کو نہ زوال ہے اور نہ ہی فنا،اس لیے عبد فانی کو اس غیر فانی ذات کے ساتھ اور اس کی پسندیدگی اور قبولیت سے ''باقی باللہ'' کا مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے اور قلب فانی کو سر باقی کے ساتھ بقا حاصل ہوجاتی ہے۔

داعی اسلام شیخ طریقت ابوسعید احسان اللہ محمدی صفوی (ادام اللہ ظلہ علینا) نے لفظ تصوف کی حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تزکیۂ نفس،حسن اخلاق اور احسان کے مجموعے کا نام تصوف ہے۔

حضرت ابوعلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:اون کا لباس پہننا اور نفس پر جفا کرنا،دنیا ترک کرنا اور سنت کی پیروی کرنا تصوف ہے۔

حضرت ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں:تصوف اس کو کہتے ہیں کہ تمام تکالیف کو من جانب اللہ سمجھ کر صبر کرے اور ماسوی اللہ کو ترک کردے۔

حضرت ابومحمد مرتعش فرماتے ہیں:حسن خلق تصوف ہے۔

معلوم ہوا کہ تصوف کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے اسلام وسنت کے خلاف کہا جائے،کیونکہ تصوف والے تو اللہ اور اس کے رسول کے لائے اور بتائے ہوئے طورطریقوں پر چلتے ہیں اور عام مخلوق کو بھی اُن راہوں پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں۔

کچھ ایسے بھی ہیں جو تصوف سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں،ایسے لوگوں کے لیے سخت سزائیں ہیں،حضرت امام مالک فرماتے ہیں:جو صوفی بنا اور علم سے بے بہرہ رہا وہ زندیق ہوا،اور جو عالم تو بنا مگر تصوف حاصل نہ کیا وہ فاسق بنا،بس جس نے دونوں کو حاصل کیا اس نے تحقیق سے کام لیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں،جس نے کتاب اللہ پر غور نہ کیا ہو،اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث میں فہم وبصیرت حاصل نہ کی ہو۔وہ ہم میں سے نہیں جس نے ایسے علما کی صحبت ترک کردی ہو جو صوفیا ہیں اور جن کو کتاب وسنت میں درک ہے۔وہ ہم میں سے نہیں جو ایسے اصحاب علم سے کنارہ کش ہوگیا ہو جو تصوف میں بہرہ رکھتے ہوں اور ایسے محدثین کی صحبت میں نہ بیٹھے جو محدثین کے ساتھ فقہا بھی ہوں۔وہ ہم میں سے نہیں جس نے ایسے فقہا کی صحبت ترک کردی ہو جو علم حدیث بھی جانتے ہیں۔باقی رہے جاہل صوفیا اور جاہل علما جو تصوف کا انکار کرتے ہیں تو دونوں کے دونوں چور اور راہزن ہیں اور ان سے بچنا چاہئے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی تصوف اور صوفیا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال مجاہدے کے لیے خلوت گزینی اختیار کی،اسی خلوت کے دوران مجھ پر ایسے امور کا انکشاف ہوا،جس کا احاطہ وانداز ہ ممکن نہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ صوفیائے کرام ہی معرفت الٰہی کی راہ پر گامزن ہیں اور ان کی سیرت سب کی سیرتوں سے بہتر ہے۔

مولی تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل ہر امت مسلمہ کو تصوف کی حقیقت سے آشنا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر اچھے طریقے سے چلنے کی توفیق بخشے۔(آمین بجاہ سیدالمرسلین)

☆☆☆

محمد مشفق رضا

شیخ کی محبت

انسان کی وجہ تخلیق محبت ہے، یہی سبب ہے کہ انسان اپنی زندگی میں کسی نہ کسی کی محبت میں گرفتار رہتا ہے۔محبت کے کچھ ایسے اسباب ہوتے ہیں جو انسان کے اندر محبت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔اب چاہے وہ محبت اور لگاؤ فطری ہو یا عقلی یا پھر حقیقی ،لیکن اکثر ہماری حیات ایسی بیکار اور بری چیزوں کے گرد گھومتی نظر آتی ہے جس کا نہ ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے اور نہ ہی وہ ہمارا مقصود ہے۔ہم اپنی معاشرتی زندگی کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کی محبت میں گرفتار ہے اور اکثر لوگوں کی محبت ایسی ہوتی ہے جو اس دنیائے فانی تک ہی سمٹ کر رہ جانے والی ہے اور ہم اپنی پوری زندگی کو ایسی چیز کی طلب وجستجو میں لگا دیتے ہیں جس سے صحیح معنوں میں ہمیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے، جبکہ دنیوی فائدہ حقیقت میں دینی فائدے کی آمیزش کے بغیر بے کار ہے۔

جب ہماری تخلیق اسی وادئ عشق میں فنا ہونے کے لیے کی گئی ہے تو ہم کیوں نہ ان کی طرف متوجہ ہوں جن سے دنیا و آخرت سب سنور جائے اور وہ ہے شیخ کامل،اس لیے کہ وہی ایسی ہستی ہے جو لوگوں کو صحیح راہ دکھانے اور اپنے رب سے ملانے کے لیے اس عالم فانی میں بھیجے گئے ہیں۔ان کا مقصد حیات لوگوں کی رہنمائی ہے جس کے لیے خالق کائنات عز وجل انھیں اس دنیا میں منتخب کر لیتا ہے جو اپنی ایک نظر سے لوگوں کی دنیا و آخرت دونوں سنوار دیتے ہیں۔لوگوں کو حق کی معرفت اور عبادت کا طریقہ سکھاتے ہیں اور جو ہستی لوگوں کو اس کی تخلیق کے مقاصد سے آگاہ کرادیں، حق کی عبادت کا سلیقہ بتائے اور حق تک رسائی کرائے، اس کی چھتر چھایہ میں جانا اور اس کی صحبت سے فائدہ لینا ہر ایک طالب حق پر لازم وضروری ہے۔

ارشاد باری ہے:وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔

ترجمہ:اور میں نے جن و انس کی تخلیق اپنی معرفت و عبادت کے لیے ہی کی ہے۔

شیخ ہی عبادت کا سلیقہ اور معرفت کا طریقہ بتاتے ہیں جس کے بغیر رب حقیقی تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں تو اب جو بھی اپنے مقصد حیات تک پہنچنا چاہتا ہے، اس کے دل میں شیخ کی محبت کا ہونا ضروری ہے۔شیخ سے محبت کے بعد ہی وہ ان کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر اپنی تخلیق کے مقصد کو حاصل کر پائے گا۔

اب کسی کے ذہن میں یہ سوال اٹھے گا کہ محبت شیخ کا مفہوم کیا ہے؟ تو سب سے پہلے ہمیں محبت کو سمجھنا ہوگا، اس کے بعد ہمیں یہ بات بخوبی سمجھ میں آئے گی کہ شیخ سے محبت کرنے کا کیا معنی ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میلان طبع کو محبت قرار دیتے ہیں، لیکن محبت ایک ایسا لفظ ہے جس کے صحیح مفہوم کو الفاظ کے ذریعے نہیں سمجھا جا سکتا، کیوں کہ محبت ایک

کیفیت کا نام ہے اور کیفیت کو الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر سمجھانا بہت مشکل ہے۔ ہاں! محبت کے مفہوم کو اس کے تقاضوں اور محبتوں کے احوال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ انسان جس سے بھی محبت کرتا ہے، اس کو خوش کرنے اور اُسے راضی رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ محب کو محبوب کا حکم بجالانے اور اس کی اطاعت میں جو مزہ ملتا ہے وہ اس راہ کے سالکوں پر مخفی نہیں۔ محب اپنی پوری زندگی محبوب کی اطاعت، اس کی فرمانبرداری میں گذارنا پسند کرتا ہے اور محبوب کو راضی رکھنے کے لیے اگر اُسے تن، من، دھن سب قربان کرنا پڑے تو اس پر بھی وہ بلا تامل عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ محبت شیخ کا معنی یہ ہے کہ انسان خود کو اپنے شیخ کے حوالے کر دے اور اپنی نفسانی خواہشات کو مٹا کر خود کو شیخ کا غلام بنالے۔

حاصل یہ کہ خود کو بھول جائے اور شیخ کی رضا کو ہی اپنا مقصد حیات بنالے، کیونکہ شیخ کی رضا میں خدا کی رضا ہے۔ اسی مفہوم کو ادا کرتے ہوئے داعی اسلام شاہ احسان اللہ محمدی ادام ظلہ علینا ''نغمات الاسرار'' میں فرماتے ہیں:؎

در حقیقت وہ ہے مقبولِ خدا
جو دل و جاں سے ہو بندہ شیخ کا

اس کے علاوہ متعدد آیات سے بھی شیخ کی محبت کی اہمیت اور اس کی ضرورت کا پتہ چلتا ہے۔ خدائے وحدہ لاشریک اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴿۱۱۹﴾ (بقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ﴿۱۱۹﴾ (مائدہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔

مذکورہ آیات میں خدائے وحدہ لاشریک اپنے بندوں کو ڈرنے اور تقویٰ شعار ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ، اس کی جانب وسیلہ تلاش کرو، ایسے کی جستجو کرو جو اس تک پہنچانے والا ہو۔ شیخ کامل انھیں صادقین میں سے ہوتے ہیں جن کے ساتھ اللہ نے رہنے کا حکم دیا ہے۔ شیخ کامل ان وسیلوں میں سے ہیں جو اللہ تک رسائی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان لانے کے بعد تقویٰ کے لیے صلحا اور مشائخ کی صحبت ضروری ہے۔ صحبت شیخ کے بغیر عالم کا علم اور اس کی عبادت پھل کے چھلکے کی حیثیت رکھتا ہے اور علم کے باجود کچھ کمی رہ جاتی ہے جو بغیر شیخ کے پوری نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جو علمائے ربانی ہوا کرتے ہیں وہ اپنی زندگی کے کچھ لمحات کو کسی نہ کسی شیخ کی صحبت میں ضرور گذارتے ہیں، جیسا کہ امام اعظم کے تعلق سے اُن کا یہ قول مشہور ہے کہ نعمان ہلاک ہو گیا ہوتا اگر جعفر صادق کی صحبت میں نہ جاتا۔

علمائے حق کے احوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محبت شیخ وہ اہم ذریعہ ہے جس سے بندہ اپنے مقصد تک رسائی حاصل کر سکتا ہے، اگر کسی کو علم سے مستفید ہونا ہے، لذت و

شہوات دنیوی سے الگ ہونا ہے اور دنیا کے فریبوں سے بچ کر حقیقت میں گم ہونا ہے تو شیخ کامل کے چوکھٹ پر سر رکھے اور اس سے معرفت الٰہی کی بھیک مانگے، کیونکہ شیخ کامل ہی انسان کو اس دنیا میں رہ کر دنیا سے بے نیاز ہونے کا سلیقہ دیتا ہے اور دنیا میں ایک خدا کے لیے جینے کا طریقہ سکھاتا ہے۔ اب اگر ہمیں دنیا کی آزمائش میں کامیابی حاصل کرتے ہوئے خدا تک پہنچنا ہے تو ہمیں بھی کسی ایسے خدا رسیدہ کی تلاش وجستجو کرنی پڑے گی جو ہمارا ہاتھ پکڑ کر سیدھی راہ پر چلائے اور ہمیں ہمارے مقصد تک پہنچائے۔

کیونکہ مکمل طور پر دین کو سمجھنے، احکام شرع پر عمل کرنے، دین میں اخلاص کے لیے، خدا تک رسائی کے لیے اور اپنے مقصد حیات تک رسائی کے لیے محبت شیخ کا ہونا بہت ضروری ہے کہ شیخ کے بغیر ہم اپنے مقصد حیات تک نہیں پہنچ سکتے اور مکمل طور پر دین پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ اس دنیا میں شیطان ہم پر ایسے ایسے طریقوں سے حملہ کرتا ہے کہ ہم پہچان بھی نہیں پاتے، جیسے کبر، حسد، طمع، بغض، غلبۂ شہوت وغیرہ اس کے ایسے بے چوک ہتھیار ہیں جن سے بچنے کے لیے ہمیں شیخ کی ضرورت پڑے گی، کیونکہ اس کی محبت کے بغیر شیطان کے حملے سے بچنا ہمارے لیے بہت مشکل ہے۔ اسی مفہوم کو ''نغمات الاسرار فی مقامات الابرار'' میں یوں بیان کیا گیا ہے:ـ

شرع و دیں بے پیر راہِ پُر خطر
الحذر اے مردِ ناداں الحذر
جس کا کوئی مرشد و رہبر نہیں
اس کا رہبر نفس و شیطاں بالیقیں

پس دعا ہے کہ خالق کائنات ہمارے دلوں میں شیخ کی محبت ڈال کر اپنی معرفت عطا کرے اور ہمیں جس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے اس مقصد کو پورا کرنے والا بنائے۔

(آمین یارب العالمین)

+++

اھل سلوک

خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جب تک آدمی راہ سلوک میں دنیا و مافیہا اور اپنی خواہشات کو نہ چھوڑ دے اس وقت تک وہ اہل سلوک میں داخل ہی نہیں ہوسکتا۔ اگر اس کی یہ حالت نہ ہو تو سمجھو کہ وہ جھوٹا ہے۔

(دلیل العارفین، ص:۳۹)

محمد طارق رضا

داستان مرد مومن

دوپہر کی گرمی شباب پر تھی، گرم اور خشک ہواؤں نے ریگستان کو جہنم بنا رکھا تھا، قرب و جوار کی بڑی اور سہیب چٹانوں پر اس وقت گویا موت رقص کر رہی تھی، ہر طرف دھوپ کی تمازت میں تپتی ریت، ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر معلوم ہو رہی تھی، ایسی جان لیوا جگہ جہاں بھولے سے کوئی مسافر بھی رخ نہیں کرتا، ایک پریشان حال آدم زاد تڑپ رہا تھا، تندرست جسم اور خوبرو آنکھوں کی بناوٹ کہہ رہی تھی کہ وہ عربی النسل ہے۔ لیکن اس وقت اس کے جسم پر جگہ جگہ خراشوں کا جال بچھا تھا اور جلتے چھالوں سے دھواں اٹھ رہا تھا، پورا جسم شل ہو کر رہ گیا تھا۔ سامنے جلی ہوئی دو لاشیں ریت پہ پڑی تھیں۔ لاش ایک مرد اور ایک عورت کی تھی۔ دونوں کے چہرے ضعیف العمری کا پتہ دے رہے تھے۔ ان کے جسم سے تازہ خون بہہ کر ریت میں جذب ہوتا جا رہا تھا۔ شاید وہ اس عربی کے والدین تھے۔

اچانک اس نوجوان کی آنکھوں میں یاس وحشت کا سایہ صاف نظر آنے لگا۔ ایک خلش پیدا ہوئی جس نے اس کی فکری توانائیوں میں بھونچال سا پیدا کر دیا اور وہ ایک جھٹکے میں کھڑا ہو گیا۔ قدم لڑکھڑائے اور پھر وہ گرتے گرتے بچا، سورج کی تیز شعائیں اس کے جسم میں پیوست ہو رہی تھیں، اس نے بڑی دقتوں سے آنکھوں پر ہاتھ کا سائبان بنا کر چاروں طرف دیکھا۔ تا حد نگاہ ایک بھی انسان نظر نہیں آ رہا تھا، وہ انسانی درندے جنھوں نے اسے اس حال کو پہنچایا تھا کب کے جا چکے تھے اور وہ اکیلا ان بھیانک چٹانوں کے درمیان زندگی اور موت کی کشمکش سے دوچار ہو رہا تھا۔ اس کی بے چین گردش کرتی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ اسے کسی ایسے مسیحا کی تلاش ہے جو اس کی تڑپتی روح اور جھلستے جسم کی دوا کر دے۔

آخر کار وہ فکری توانائیوں کو یکجا کر کے اس کربناک وادی سے باہر نکلا۔ کوئی غائبانہ قوت تھی جو شروع سے ہی اس کی پشت پناہی کرتی چلی آ رہی تھی اور اب وہ اس موت کی وادی سے زندہ واپس ہو رہا تھا۔

خون بہت زیادہ بہہ چکا تھا اور پھر چلچلاتی دھوپ! ہواؤں سے لہراتے اور ریگزاروں سے ٹھوکر کھاتے وہ دیوانہ وار ایک سمت کو بھاگا جا رہا تھا۔ لیکن کب تک۔۔۔!

زبان سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھی اور دم ٹوٹنے ہی والی تھی کہ شہر کی عمارتیں نظر آنے لگیں، کھجور کے باغات سے آتی ہوئی ٹھنڈی ہواؤں کے لمس نے اس میں ایک نئی روح پھونک دی اور پھر سے اس کی نقاہت آمیز چال میں تیزی آ گئی۔

اب وہ شہر میں داخل ہو چکا تھا، عمارتوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے کئی متحیر اور مشکوک نگاہوں نے اس کا تعاقب کیا، علاقہ خطرناک تھا۔ پھر بھی اس نے ہوش و خرد کی

قندیل کو بجھنے نہ دیا، تیز قدم مسیحائے وقت کے در کی جانب اٹھتے رہے اور اب دیارِ حبیب نگاہوں کے سامنے تھا، تبھی اس کے قدم گویا زمین میں پیوست ہو گئے، ہزار کوششوں کے باوجود اس کے پاؤں آہستگی سے کچھ اٹھنے لگے۔ اطراف کا پورا علاقہ نور ونکہت میں ڈوبا ہوا تھا، بھینی بھینی خوشبوؤں سے فضا معطر تھی، یہاں تک پہنچنے کے بعد اسے کچھ طمانیت سی محسوس ہونے لگی۔ بوجھل قدموں سے راحۃ للعاشقین کی بارگاہ میں حاضر ہوا، پیچ وخم میں پڑی نظروں کو جھجھکتے ہوئے جنبش دی۔۔۔اور دل دھک سے رہ گیا! تقدس برساتی آنکھیں انھیں دیکھ رہی تھیں۔۔۔آنکھوں سے آنسوؤں کا طوفان امنڈ پڑا، دل تڑپ اٹھا، چیخ نکل پڑی، بڑی دقتوں سے خود کو سنبھالا، عجب کیفیت طاری تھی۔ اتنے میں انیس الغریبین کی زبان مبارک میں حرکت ہوئی اور سماعت افروز آواز کانوں میں پڑی۔

اے عمار! تمھیں کیا ہوا؟ یہ سنتے ہی اس کا ہاتھ جلی ہوئی پیٹھ پر پڑا۔ اب تک خون رس رہا تھا اور ہاتھ اس مقدس ہستی کے سامنے کر دیا۔ پوچھا گیا کہ کیا اس تکلیف کی وجہ سے رو پڑے ہو؟

یہ سنتے ہی ایمانی ولولہ میں روانی آ گئی، دل کی دنیا میں طوفان بپا ہو گیا اور حقیقت حال زبان پر آ ہی گئی۔ تڑپ کر کہہ اٹھے، نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔میرے غمگسار! یہ تکلیف کیا ہے، میرے جسم کا ریشہ ریشہ بھی الگ کر دیا جاتا تو وہ درد اور گراں باری محسوس نہ ہوتی جو ابھی ہو رہی ہے۔ میرے آقا! کفار میرے والدین کو میرے ساتھ زنجیر میں کس کر صحرا کی طرف لے گئے۔ انھوں نے میرے ایمان کے مضبوط قلعے کو مسمار کرنے کا ہر حربہ آزمایا۔ میرے والدین کو صحرا کی تپتی ریت پر گھسیٹ کر نیزے مارا، لیکن یا مراد المشتاقین ! میرے والدین ثابت قدم رہے۔ بالآخر انھوں نے جسم کے ناقابل بیان حصے پر نیزے سے وار کی اور میرے والدین اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ "فداک ابی و امی۔" اے میرے حبیب! یہ تڑپا دینے والا منظر مجھ پر اثر کر گیا، پھر میرے جسم پر آگ کا گولا ڈالا گیا اور سختیوں کے پہاڑ توڑے گئے۔ میں مجبور ہو گیا اور میری زبان ان وحشی درندوں کے کافرانہ کلمات کی مرتکب ہوگئی اور یہی وحشت مجھے کھائی جا رہی ہے۔ میرے سرکار! میں کہیں کا نہ رہا۔ تبھی نورانی چہرے کی کیفیت میں تبدیلی نمایاں ہوتی ہے، تقدس برساتی آنکھیں چند لمحوں کے لیے بند ہو جاتی ہے، چہرۂ انور کی تابانیوں سے قرب وجوار کے وجود میں حرارت آ گئی، نظریں محوِ نظارہ ہو گئیں، مختصر توقف کے بعد لبوں کی مقدس پتیوں پر کچھ سرسراہٹ نمودار ہوتی ہے اور فرماتے ہیں: مَنۡ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِيۡمَانِهٖۤ اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ ﴿١٠٦﴾ (نحل)

یعنی جس کسی کو بھی مجبور کیا گیا کہ کلمۂ کفر کہے اور اس نے کہہ دیا اس حال میں کہ اس کا دل ایمان سے مطمئن تھا تو گویا اس کا ایمان سلامت رہا۔

یہ سنتے ہی اس نوجوان کے وجود میں فوراً ایک معجزاتی تغیر رونما ہو گیا، شگفتگی وشیفتگی کی مستیوں نے اسے مخمور کر دیا اور اب اس کی پیشانی زمین بوس تھی۔

+++

ابوزوبیہ

حافظ ملت علیہ الرحمہ: سوانحی خاکہ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جب کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اُسے دین حنیف کا عالم بنادیتا ہے اور اپنے مقربین میں شامل کرلیتا ہے۔ایسی ہی برگزیدہ شخصیات میں ایک بابرکت ذات حافظ ملت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی ہے جنھوں نے نہ صرف علوم وفنون مصطفوی کے چراغ روشن کیے بلکہ ایک دنیا کو علم وعمل کے نور سے معمور بھی کیا۔

ولادت باسعادت

حافظ ملت علیہ الرحمہ کی پیدائش ۱۳۳۱ہجری مطابق ۱۸۹۵ عیسوی کو بھوجپور ضلع مرادآباد یوپی میں ہوئی۔دادا عبدالرحیم صاحب نے مشہور بزرگ اور جید عالم دین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نام پر آپ کا نام ''عبدالعزیز'' رکھا،اس امید کے ساتھ کہ اُن کا پوتا بھی آگے چل کر دین حنیف کا عالم بنے گا اور مذہب کی خدمت کرے گا۔چنانچہ دادا صاحب کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا،اور دنیا نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح اس درویش کامل نے دین کی خدمت میں اپنا تن، من، دھن سب کچھ نچھاور کردیا اور آخری دم تک دین براہیمی کی آبیاری میں لگے رہے۔

تعلیم کا آغاز

آپ نے پرائمری تعلیم گھر ہی پر حاصل کی اور مزید آگے کی تعلیم کے لیے مرادآباد شہر چلے گئے، جبکہ اعلیٰ تعلیم کے لیے خواجہ ہند کی نگری ''اجمیر'' پہنچے جہاں ''دارالعلوم معینیہ'' میں داخلہ لیا اور صدرالشریعہ مولانا حکیم امجد علی علیہ الرحمہ مصنف بہارشریعت کے زیرسایہ رہ کر تفاسیر واحادیث نبویہ کی تعلیم حاصل کی۔اس طرح انھوں نے امجدی چمنستان علم وفضل کے پھول سے اپنے نہاخانۂ دل کو معطر کیا اور اکتساب فیض کے ذریعے معرفت کی منزلیں طے کیں۔

مبارکپور آمد

علوم وفنون کی تکمیل کے بعد استاذ مکرم صدرالشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آپ مبارکپور چلے جاؤ، وہاں کے مذہبی حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔اس پر حافظ ملت علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ میں ملازمت نہیں کرنا چاہتا ہوں، یہ سن کر صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں آپ سے ملازمت کے لیے کب کہہ رہا ہوں۔میں تو دین کی خدمت کے لیے آپ کو بھیج رہا ہوں۔یوں محض دین کی خدمت کا جذبہ لیے حافظ ملت علیہ الرحمہ ۱۹۳۶ عیسوی میں مبارک پور تشریف لائے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے۔

خدمات وکارنامے

مبارکپور پہنچنے کے بعد ایک چھوٹے سے مکتب میں درس وتدریس کا آغاز کیا۔پھر دارالعلوم اہلسنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کا قیام عمل میں آیا۔ایک طرف باضابطہ تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رہا اور دوسری جانب دینی وتبلیغی کارہائے نمایاں بھی انجام پاتے رہے۔جب حافظ ملت علیہ الرحمہ کی علمی شخصیت کا شہرہ قرب وجوار میں ہوا تو جوق درجوق طالبان علوم نبویہ مبارکپور کا رخ کرنے لگے اور عزیزی حلقۂ تدرس

اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہونے لگا اور پھر وہ تاریخی دن بھی آیا جب ۱۹۷۱ عیسوی میں ''الجامعۃ الاشرفیہ مجوزہ عربک یونیورسٹی'' کی سنگ بنیاد رکھی گئی، جسے مایہ ناز ہستیوں اور یکتائے روزگار شخصیات کے مقدس ہاتھوں نے انجام دیا۔ حالانکہ وسائل کو دیکھتے ہوئے یہ ایک مشکل ترین قدم تھا مگر جن کے حوصلے ہمالہ سے بھی زیادہ بلند ہوا اور یقین محکم ہو جوجہد مسلسل کا عادی ہو اور عمل پیہم کا پیکر ہو تو اُن کے لیے دشوار ترین کام بھی آسان سے آسان تر ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ قسمت کا شکوہ کرنے کی بجائے اللہ پہ بھروسہ رکھتے ہیں اور ہمت ولگن سے کام لینے میں یقین رکھتے ہیں، پھر اس پر ان کا ایمان ہوتا ہے:۔

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے شکوۂ قسمت کیسا
ضرب مرداں سے اگل دیتا ہے پتھر پانی

یہی وہ سبب تھا کہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کا یہ جرأت مندانہ عمل دیکھ کر بڑے بڑوں کو پسینہ آ گیا، جہاں اپنے لوگوں نے سراہا اور حوصلہ دیا تو معاندین اور دشمنوں نے بھی ہمت ولگن کی داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ جب حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ''الجامعۃ الاشرفیہ مجوزہ عربک یونیورسٹی'' کا اعلان کیا تو کچھ نکتہ چینوں نی مذاق اور استہزا کے طور پر قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے اس کا بات تذکرہ کیا اور کہا کہ وہ محدود وسائل کے باوجود اتنا اونچا خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ سن کر قاری محمد طیب صاحب نے برجستہ کہا کہ میں حافظ عبدالعزیز صاحب سے واقف ہوں اور مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے اور آج دنیا اپنے ماتھے کی آنکھوں سے ان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہوتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔ ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کی پر شکوہ اور فلک بوس عمارتیں، سنٹرل لائبریری اور عظیم الشان ''عزیز المساجد'' کے پاکیزہ مینار یں دعوت نظارہ دے رہے ہیں، جہاں تشنگان علوم وفنون اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں اور پھر وہاں سے فارغ شدگان علما وفضلا دینی وعلمی، اصلاحی وتبلیغی خدمات کا انمول فریضہ عالمی سطح پر انجام دے رہے ہیں، جن کی سرگرمیاں آج غیر معمولی صورت اختیار کر چکی ہیں۔

اخلاق وعادات

حافظ ملت علیہ الرحمہ نیک خصلت اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ چند اخلاقی خوبیوں میں سے ان کی ایک اخلاقی خوبی یہ تھی کہ ان سے جو بھی ایک بار ملتا وہ ان کا دیوانہ اور گرویدہ ہو جاتا۔ سب سے اپنائیت بھرے لہجے میں گفتگو کرنا ان کا شیوہ تھا۔ طلبہ کے ساتھ اس قدر شفقت ومحبت سے پیش آتے کہ ہر کوئی یہ گمان کرتا تھا کہ حافظ ملت علیہ الرحمہ سب سے زیادہ اُن ہی سے لگاؤ رکھتے ہیں، مانو اپنے بیٹے جیسا سلوک کرتے تھے۔ ہر ضرورت مندوں کی حاجت برآری ان کی فطرت تھی، نہ کسی کو جھڑکتے اور نہ ہی کسی کو کبھی ڈانٹ پھٹکار کرتے، بلکہ نہایت نرم دلی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ وعدہ خلافی سے سخت نفرت تھی، اس لیے جس کسی سے وعدہ کرتے اور جو بھی وعدہ کرتے اُسے ضرور پورا کرتے، مثلاً: کسی پروگرام میں شرکت کا وعدہ فرماتے تو ضرور پہنچتے۔ ہاں! بالفرض عذر شرعی ہو جاتی تو اُسے خبر کرا دیتے، یا پھر اپنا کوئی نائب یا نمائندہ روانہ فرما دیتے۔ اسی طرح چھوٹے بڑے اور امیر و غریب سب حافظ ملت کی نگاہ میں یکساں تھے۔ کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں تھی۔ سب سے ملتے اور فراخدلی کا مظاہرہ کرتے۔ امیر کے گھر بھی جاتے اور غریب کے بھی، شہری کے دولت کدے پر بھی جاتے اور دیہاتی کے غریب خانے پر بھی۔ اصاغر نوازی

کے ساتھ اکابرین کے احترام میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ گویا حدیث رسول: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا، وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا۔ یعنی جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں، کی عملی تفسیر تھے۔

اتباع شریعت

حافظ ملت علیہ الرحمہ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ اُن کی پوری زندگی شریعت محمدیہ کا آئینہ دار تھی۔ ان کا ہر ہر قدم اتباع شریعت میں اٹھتا تھا۔ خلوص وللّٰہیت، دینداری، تقویٰ شعاری اور تواضع وانکساری اُن کا طرۂ امتیاز تھا اور یہ شریعت کی اتباع کا ہی اعجاز تھا کہ ۱۹۸۰ عیسوی میں فوٹو کے بغیر حرمین شریفین کی زیارت وحج سے مشرف ہوئے۔ اس سے بڑی اتباع شریعت کیا ہوسکتی ہے کہ حج جیسے عظیم عمل کو مؤخر کرتے رہے مگر سنت کے خلاف جانا پسند نہیں کیا۔ اسی پر بس نہیں جس کسی کو بھی شریعت کے خلاف کام کرتے دیکھ لیتے فوراً تنبیہ کرتے، مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلمانو! تمہاری ہوا کا رخ وہی گنبد خضریٰ تمہارا مقصود وہی تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تمہاری مشکلات کا حل انھیں کی نظر کرم اور اشارۂ ابرو پر موقوف ہے۔ تمہارے مقاصد کا حصول انھیں کی تعلیم پر عمل ہے جس کو مسلمان فراموش کر چکے ہیں۔'' (ارشاد القرآن)

وطن سے محبت

حافظ ملت علیہ الرحمہ جہاں ایک انقلابی فرد، حسن اخلاق سے متصف اور اتباع شریعت وسنت میں منفرد و یکتا تھے وہیں ایک سچے محب وطن اور وطن دوست شہری بھی تھے۔ ۱۹۴۷ عیسوی کی پرآشوبیت سے کون آگاہ نہیں ہے۔ ملک کا گوشہ گوشہ افراتفری کا شکار تھا، ایسے میں حافظ ملت علیہ الرحمہ نے اپنی جوانمردی، بے باکی اور وطن دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے قوم کو سرعام آزادی کے حصول کا پیغام دیا اور انگریزوں کو ملک سے نکال باہر کرنے پر زور دیا تھا، پھر جب ملک تقسیم جیسے مشکل مراحل سے دوچار تھا، بڑے بڑے علما اور دانشور متزلزل نظر آئے، لیکن اس نامساعد حالات میں بھی حافظ ملت علیہ الرحمہ ثابت قدم رہے اور وطن دوستی کی رسی کو بڑی مضبوطی سے تھامے رکھا۔ مبارکپور کے علاوہ دیگر مقامات پر جا جا کر تقریریں کیں اور حب وطن کا انمول درس دیتے ہوئے ملک کی سلامتی اور بقا پر زور دیا، اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

''ہمیں اس ملک میں رہنا ہے اور اس عزم وحوصلہ کے ساتھ کہ ہمارے اسلامی شعائر کے تمام گوشے حسب سابق قائم ودائم رہیں گے اور مستقبل میں دین حنیف اور اس کے ارکان پر کسی بھی حملے کا مقابلہ یہیں رہ کر کرنا ہے۔ ہندوستان ہمارا وطن ہے۔ اس کے اندر ہونے والی ہر بدعنوانی کو ہمیں خود اپنی کمزوری تصور کرنا ہوگا۔ وطن کا سچا شیدائی وہ ہے جو اس کے ہر غلط اقدام کو اپنی غلطی سمجھ کر اصلاح کی کوشش کرے تاکہ غیر ممالک کی نظر میں ملک ووطن کا وقار مجروح نہ ہو۔'' (اشرفیہ کا ماضی وحال)

وصال

اللہ تعالیٰ کا یہ قول برحق ہے کہ: ہر جان کو ایک نہ ایک دن موت کے پل سے گذرنا ہے، آخر ایک دن قوم مسلم کے مربی، زندہ دل بزرگ، صوفی باصفا اور اخوت ومروت کے علمبردار حافظ ملت علیہ الرحمہ دنیا کی نگاہوں سے روپوش ہوگئے اور یکم جمادی الآخر ۱۳۹۶ ہجری مطابق ۱۹۷۶ عیسوی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

★★★

تصوف پر علمی، تحقیقی و دعوتی مجلہ

کتابی سلسلہ **الاحسان** الہ آباد

مدیر: حسن سعید صفوی

مرتبین: مجیب الرحمٰن علیمی، ذیشان احمد مصباحی، ضیاء الرحمٰن علیمی، رفعت رضا نوری

تیسرے شمارے کی جھلکیاں

☆ تصوف اور صوفیہ: علامہ ابن حجر ہیتمی کی نظر میں ☆ صوفی خواتین: ایک جائزہ ☆ بیعت و اجازت احادیث کی روشنی میں ☆ حافظ ابن قیم جوزی اور ان کا ذوق تصوف ☆ الغزالی بین مادحیہ اور ناقدیہ: ایک تجزیاتی مطالعہ ☆ غزالی اور مسئلہ تکفیر: ایک جائزہ ☆ حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے اصلاحی کارناموں پر خصوصی گوشہ ☆ خانقاہ عالیہ رشیدیہ جون پور کی تاریخ اور کارناموں پر خصوصی تحریر اور صاحب سجادہ مفتی عبید الرحمٰن رشیدی کا تفصیلی انٹرویو ☆ عصر حاضر میں احیاء تصوف کا کام کن اصولوں کے تحت ممکن ہے؟ پر خصوصی بحث وغیرہ۔

الاحسان حاصل کرنے کے پتے:

ا۔ مکتبہ امام اعظم، ۲/۲۵ ۴ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔ ۶ رابطہ نمبر: 9560054375 ۲۔ رضوی کتاب گھر، ۴۲۳، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی 011-23264524 ۳۔ دکن ٹریڈرس، ۲۳ ۔ ۲۔ ۸۷۳، مغل پورہ، حیدر آباد (آندھرا پردیش) 040-24521777 ۴۔ نیو سلور بک ایجنسی، ۱۴، محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ، ممبئی 022-23478970 ۵۔ رضا اکیڈمی، نزد رضا جامع مسجد، ۱/۶۵، واسو بابو بگان، کمرہٹی، کولکاتا 9433210940 ۶۔ امدادیہ بک ڈپو، جامع مسجد گیٹ، ہزاری باغ، جھارکھنڈ 9835523993 ۷۔ نوری کتاب گھر، سید سادات مسجد، بماپور، ہبلی، کرناٹک 9343109363 ۸۔ برکاتی بک ڈپو، عمران گیسٹ ہاؤس کمپلیکس، خواجہ بازار کے پیچھے، چھوٹا روضہ، گلبرگہ 9739752587 ۹۔ تاج بک ڈپو، موہن پورہ، ناگ پور، مہاراشٹر۔

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی جامعہ عارفیہ/خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد، یوپی
آفس: 47/14 فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۲۵
E-mail: alehsan.yearly@gmail.com / shahsafiacademy@gmail.com
7752976664/9026981216

ام حبیبہ

جنتی اوصاف

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِيْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىِٕمِيْنَ وَ الصّٰٓىِٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴿۳۵﴾ (احزاب)

اس آیت کے اندر جنتیوں کی چند اہم نشانیاں بتائی گئی ہیں جنھیں اپنانا ہر مسلمان مرد وعورت کی ذمے داری ہے:

اسلام: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو بھی ظاہری اعمال ہیں جن سے لوگوں کے نزدیک مسلمان ہونا ثابت ہو جیسے نماز ،روزہ، زکوۃ وغیرہ اور دوسری ضروریات دین وغیرہ کی پابندی کرنا۔

ایمان: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لے کر آئے اس کی تصدیق کرنا، اللہ کی وحدانیت اور اس کے تمام کمالات کی تصدیق کرنا اور اپنے شعور سے اس کی معرفت حاصل کرنا۔ ایمان کا تعلق ان تمام چیزوں سے ہے جو ایک مومن ومومنہ کا اپنے مولیٰ سے قلبی لگاؤ کے لیے ضروری ہے۔

قنوت: خلوص اور دل جمعی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس میں ہمیشگی اختیار کرنا، اپنے وجود کو اس کے حکم کی تعمیل میں غرق کردینا اور اس کی اطاعت میں وہ طریقہ اختیار کرنا جس سے دل کا جھکاؤ اور یکسوئی حاصل ہو۔

صدق: اپنے قول اور عمل دونوں کو یکساں رکھنا، یعنی جو دل میں ہو وہی زبان پر بھی ہو۔

قول کی سچائی یہ ہے کہ جیسا کرے ویسا ہی بولے اور عمل کی سچائی یہ ہے کہ وہی کرے جو زبان سے بولے۔ اسی سے انسانی سماج اور معاشرے میں اچھے کردار کو پہچان ملتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت تو برستی ہی ہے، ساتھ ہی وہ معاشرے میں کسی احترام کے قابل نہیں رہ جاتا۔ صدق گوئی ایمان کا ایک اہم حصہ ہے اور مومن ومومنہ کی اصل پہچان ہے۔

صبر: اللہ کی اطاعت کے لیے ہر دم کمربستہ رہنا، یعنی نفس اور شیطان کی مخالفت میں اپنے آپ کو خدا کی رضا جوئی پر قائم ودائم رکھنا، احکام الٰہی کی تعمیل میں مشقت وتکلیف برداشت کرنا، ہر رنج وغم کے وقت خدا کی طرف رجوع کرنا، نہ کہ شکوہ وشکایت زبان پر لانا اور معاشرتی زندگی میں بھی لوگوں کی طرف سے غیر مناسب رویہ اور بدسلوکی کو برداشت کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہے کہ: صبر ایمان کے لیے ایسا ہے جیسے سر بدن کے لیے ہے، یعنی اگر انسان کا سر نہ ہو تو بدن کس کام کا، یونہی صبر کے بغیر ایمان ادھورا ہے، اسی لیے صبر کو آدھا ایمان کہا گیا ہے۔ جب بندے میں یہ صفت آجاتی ہے تو اُسے اللہ تعالیٰ کی خاص معیت اور رحمت مل جاتی جیسا کہ قرآن مقدس میں مذکور ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ یعنی اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

خشوع: خدا کی عظمت اور اس کے جلال کے آگے ہمیشہ اپنے آپ کو ذلیل وکمتر سمجھنا کہ دل اس کے خوف سے کانپتا رہے۔غرور وتکبر کے بجائے تواضع اور عاجزی اپنانا۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ میں صرف ایسے شخص کی نماز قبول کروں گا جو میری عظمت کے لیے تواضع اختیار کرے گا اور میرے بندوں کے ساتھ تکبر نہ کرے گا، اپنے دل میں خوف کو جگہ دے گا، تمام دن میری یاد میں بسر کرے گا اور خود کو میرے لیے گناہوں سے محفوظ رکھے گا۔

تواضع حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جب ہم اپنے سے بڑوں کو دیکھیں تو یہ خیال کریں کہ اس کی نیکی ہم سے زیادہ ہے، کیونکہ کہ وہ عمر میں ہم سے بڑھ کر ہے، اس لیے یہ ہم سے بہتر ہے اور جب چھوٹوں کو دیکھیں تو یہ خیال کریں کہ یہ گناہ میں ہم سے کم ہے، کیونکہ اس کی عمر ہماری عمر سے کم ہے، اس لیے یہ بھی ہم سے بہتر ہے۔

صدقہ: فرض زکوۃ کے علاوہ حاجت مندوں اور غریب و مسکین کی مدد کرنا اور راہ خدا میں جو لوگ لگے ہوئے ہیں چاہے تعلیم وتدریس میں ہو، یا دعوت وتبلیغ میں، اُن پر خرچ کرنا، اُن کی ضروریات کو مکمل کرنا۔ صدقات وخیرات کے بغیر نیکی کا حصول نہیں ہوسکتا، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ﴿۹۲﴾ (آل عمران)

یعنی تم ہرگز بھلائی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

آج مسلمانوں کے اندر اگر یہ خصلت پیدا ہوجائے تو دین کا کوئی بھی شعبہ کسی کا محتاج نہ رہے اور نہ کوئی مسلمان بھوکا رہے۔

صوم: روزے کی عادت پیدا کرنا، یہ خدا سے قرب حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے، بلکہ اس سے مومن وقتی طور پر خدا کی صفتوں سے متصف ہو جاتا ہے، جیسے خدا کی ذات کھانے، پینے اور دیگر بشری تقاضوں سے پاک ہے۔ ایسے ہی روزے کی حالت میں ہوتی ہے کہ بندہ نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے۔ اس سے بندہ نفس کی غلامی سے آزاد ہو کر خالص اپنے رب کا غلام بن جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: روزہ شہوت توڑنے کے لیے ڈھال ہے۔

حفظ فروج: اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ شرمگاہوں کی حفاظت کرنا، یعنی جنسی شہوت کی تکمیل کے لیے حرام کاری سے بچنا۔ یہ مرد وعورت دونوں پر یکساں صادق آتا ہے، اس لیے وہ کسی بھی ایسی حرکت کو نہ کرے جس میں بے حیائی اور بے شرمی ہو۔

بکثرت ذکر الٰہی: صبح وشام اللہ کو یاد کرنا اس طور پر کہ ذکر الٰہی اس کے سارے وجود پر چھا جائے۔ اس سے ایک پل بھی غافل نہ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بندہ اُس وقت تک اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والا نہیں ہوگا جب تک اس کی حالت ایسی نہ ہوجائے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے اللہ کا ذکر نہ کرنے لگے، یعنی ہر وقت وہ یاد مولیٰ میں گم رہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جو شخص اپنی نیند سے بیدار ہوا، اپنی بیوی کو بھی جگایا پھر دونوں نے مل کر دو رکعت نماز ادا کی تو دونوں کا نام ان لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں۔

حاصل: ہر شخص اپنا اپنا جائزہ لے کہ وہ ان تمام خصلتوں کا عادی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کے لیے بلاشبہ مغفرت اور اجر عظیم (جنت) تیار ہے اور اگر نہیں ہے تو اسے جلد سے جلد اپنانے کی کوشش کرے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو ان صفتوں کا حامل بنائے۔ (آمین)

+++

فاطمہ ذیشان

میاں بیوی: ایک دوسرے کی ضرورت ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز کو جوڑے کی صورت میں بنایا ہے، اسی لیے ہر چیز اپنے جوڑے سے مل کر مکمل ہوتی ہے۔ اس جوڑے کے اصول کو قرآن کی زبانی ان الفاظ میں بتایا گیا ہے: وَ مِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ﴿۴۹﴾ (ذاریات)

یعنی ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا ہے تاکہ تم دھیان کرو۔

دنیا کی تمام چیزیں جوڑے جوڑے کی شکل میں بنائی گئی ہیں۔ نباتات میں نر اور مادہ، حیوانات میں مذکر اور مونث، انسان میں مرد اور عورت۔ زوجین کا یہ اصول پوری کائنات کے لیے ہے اور یہی اصول انسانوں کے اندر بھی مرد اور عورت کی صورت میں قائم کیا گیا ہے۔

زوجین کے اسی فطری اصول کا نتیجہ ہے کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اپنا فریضہ ادا کرتے ہیں جو فطرت کے نظام کے تحت ان سے مطلوب ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے تکملہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مکمل وجود بنتے ہیں اور دونوں جب ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں تو نامکمل وجود بن کر رہ جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا قرآنی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خالق نے اس دنیا کی ہر چیز کو جوڑے، جوڑے کی صورت میں پیدا کیا ہے اور اس میں انسان کا جوڑا بھی شامل ہے۔

یعنی مرد اور عورت دونوں ایک کامل وجود کا نصف حصہ ہیں اور وہ دونوں ایسی انسانی شخصیت ہیں جن کا آدھا حصہ عورت ہے اور آدھا حصہ مرد۔ دونوں کو مل کر مشترک عمل کے ذریعے اپنا فریضۂ حیات ادا کرنا ہے، کیوں کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں۔ اسی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کے لیے سکون وقرار دیا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے: وَ مِنۡ اٰیٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا ﴿۲۱﴾ (روم)

یعنی اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمھیں میں سے جوڑے بنائے ہیں تاکہ تمھیں سکون مل سکے۔

اگر مرد وعورت کا رشتہ صحیح طور وطریقے پر قائم ہو، اور دونوں ایک دوسرے کی ضرورت اور اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی اہمیت کو جانیں اور احترام کریں تو شادی شدہ زندگی اختیار کرنے کے بعد ہر گھر ایک ادارہ بن جائے، پھر یہ ادارہ عورت اور مرد دونوں کے لیے ایک ایسا مرکز حیات ہوگا جو دونوں فریق کے لیے سب سے بڑی طاقت ہو اور دونوں کو اس قابل بنائے کہ وہ زندگی کے سفر میں کبھی اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھیں۔

عورت اور مرد گویا کہ ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں جو ایک دوسرے سے الگ الگ بھی ہیں اور اپنی مشترک کارکردگی کے اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے بھی ہیں۔ لیکن کبھی کبھار مختلف اسباب سے ایک دوسرے کے درمیان شکایت اور اختلاف کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جب ایسا ہوتا ہے تو طرفین کو شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ احساس ستاتا ہے کہ میں نے رفیق زندگی کے انتخاب میں غلطی

کی، مگر حقیقت یہ ہے کہ انتخاب میں غلطی نہیں ہوتی بلکہ سوچ میں غلطی ہوتی ہے۔ فریقین کو یہ سوچنا چاہیے کہ اس بھری دنیا میں نہ کوئی معیاری شوہر ہے اور نہ کوئی معیاری بیوی، ایسی حالت میں دونوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی بری باتوں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کریں اور اچھی باتوں پر توجہ دیں۔

اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہنا سیکھیں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے نفرت نہ کرے، اگر اس کی کوئی خصلت اس کو ناپسند ہوگی تو کوئی دوسری خصلت اس کی پسند کے مطابق ہوگی۔

عورت مرد کے بالمقابل زیادہ نازک ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ہر کوئی واقف ہے، اسی لیے عورتوں کے ساتھ ان کی فطرت کے مطابق پیش آنا چاہیے۔ عورتوں سے معاملہ کرتے وقت ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ عورتیں فطری طور پر جذباتی ہوتی ہیں، اس لیے ان کے ساتھ ہمیشہ نرم برتاؤ کرنا چاہیے۔ اگر ان کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے تو ان کا دل اس طرح ٹوٹ جائے گا جس طرح پسلی سیدھا کرنے سے ٹوٹ جائے گی۔

اسی طرح عورت کو بھی چاہیے کہ اپنے شریک حیات کا خیال رکھے، کیونکہ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ آدمی کے لیے بہتر جمع کرنے والا مال کیا ہے، نیک عورت کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کر دے اور جب اس کو حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور جب وہ غائب ہو تو اپنے نفس اور اس کے مال میں اس کی خیر خواہی کرے۔

اگر کوئی عورت اس حدیث کے مطابق عمل کرے تو اس کی شادی شدہ زندگی بہت بہتر گذرے گی۔ لیکن کبھی کبھی شوہر اور بیوی کے درمیان معمولی باتوں کے سبب بھی ناچاقی ہو جاتی ہے اور کسی معاملہ میں ایک کی رائے دوسرے کی رائے سے مختلف ہو جاتی ہے ایک کچھ چاہتا ہے تو دوسرا کچھ اور، دونوں ایک دوسرے کی بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں کے اندر ضد پیدا ہو جاتی ہے، دونوں میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ میری بات چلے، اس وقت دونوں کو یہی لگتا ہے کہ میں صحیح ہوں اور وہ غلط، ایسے مواقع پر اپنی اپنی ضد کو چھوڑ کر یہ سوچیں کہ واقعی میں صحیح ہوں یا غلط، کیونکہ ایسا سوچنے سے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکلے گا، بالخصوص عورت کو چاہیے کہ وہ اپنی ضد چھوڑ کر اپنے شوہر کی باتوں کا خیال کرے، کیوں کہ ایسا کرنے سے وہ اپنے شوہر کے دل میں اپنے لیے زیادہ محبت پیدا کرے گی۔

جب یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ عورت و مرد ایک دوسرے کی ضرورت ہیں، وہ ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں اور زندگی کا سفر دونوں کے ساتھ چلنے سے ہی پورا ہو سکتا ہے تو پھر اُن میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنے دوسرے آدھے وجود کو سمجھے، اسے خوش کرنے اور اس کے ساتھ مل کر مکمل زندگی گذارنے کی کوشش کریں۔

شوہر اور بیوی دونوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان میں سے ہر ایک کی زندگی اسی وقت مکمل ہو سکتی ہے جب ان کا شریک سفر ان کا ہم سفر بھی ہو اور خوش بھی ہو، تنہا سفر یا ناخوشی کے ساتھ سفر دونوں ہی کے لیے پر خطر بھی ہے، بے کیف بھی ہے اور بے مزہ بھی۔

☆☆☆

مہتاب عالم

آزادیٔ نسواں

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، جس نے انسان کو ایک ایسی راہ دکھائی ہے کہ اگر وہ صحیح معنوں میں اس پر عمل کرے تو اس کی زندگی خوشگوار ہونے کے ساتھ رب قدیر کی خوشنودی کا بھی حقدار بن جائے۔

اسلام میں نہ صرف سماج کے ہر فرد کی حفاظت اور مساوات کا خیال رکھا گیا ہے بلکہ اس کے حقوق کی ادائیگی کی سخت تاکید بھی کی گئی ہے۔ اب چاہے وہ مرد ہوں یا عورت، آزاد ہوں یا غلام، ہمسایہ ہوں یا رشتے دار، بیوی ہوں یا دوست و احباب، والدین کے حقوق ہوں یا اولاد کے، ان تمام لوگوں کے حقوق کی مکمل تفاصیل قرآن وحدیث میں واضح طور پر موجود ہیں۔

خاص کر عورتوں کے حقوق اور درجہ و رتبہ کے تحفظ کا مساوی طور پر خیال رکھا گیا ہے جس کی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی۔ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو حقیر اور کمتر سمجھا جاتا تھا، ان کے حقوق کی پامالی کی جاتی تھی، بعثت نبوی سے قبل عورت کی قدر جنسی خواہشات کی تکمیل اور قلبی احساسات کی تسکین سے زیادہ نہ تھی، معاشرے میں وہ صرف مردوں کی خدمت گار، غلام اور لونڈی کی حیثیت سے جانی پہچانی جاتی تھی۔ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ اگر کسی گھر یا خاندان میں کوئی لڑکی پیدا ہو جاتی تو اس گھر کو معیوب اور منحوس تصور کیا جاتا تھا، بلکہ شرم سے گھر والوں کے سر جھک جاتے تھے، یہی وجہ تھی کہ اس دور میں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، ہر چہار جانب عورتوں کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، مگر وقت نے کروٹ بدلا، اسلام کا سورج طلوع ہوا، کفر و ظلمت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ختم ہو گئے اور اسلام نے معاشرے کو ضلالت و جہالت اور ذلت ورسوائی کی تاریک راہوں سے نکال کر انسانیت کی بلندی پر پہنچا دیا اور عورت کو سماج کی حقیر اور کمتر نظروں سے اٹھا کر ایک ایسے بلند و بالا مقام پر کھڑا کر دیا، جس کی مثال پوری دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اسلام ہی نے عورت کو عفت وعظمت اور شرم وحیا کی پاکیزہ چادر دے کر اس کے وجود کو دوام بخشا۔ عورت کے دامن میں وفا اور محبت کے موتی جڑ کر ایک اچھی شریک حیات کی شکل میں مردوں کو حسین تحفہ پیش کیا اور جب اسلام نے قدرت کے حسین وجمیل شاہکار عورت کو شرم وحیا کی چادر میں لپیٹ کر معاشرے میں بلند و بالا مقام سے سرفراز کیا تو اُنھیں خواتین نے آگے چل کر اسلام کے بارے میں اپنے جن جذبات کا اظہار کیا اور اس کی سربلندی کے لیے جو قربانیاں اور کارہائے نمایاں انجام دیں، اس کی نظیر دور دور تک نہیں ملتی۔ ان عورتوں نے نہ صرف اسلام کی سربلندی اور اس کی نشر واشاعت میں نمایاں رول ادا کیا بلکہ میدان جنگ میں بھی مختلف طریقوں سے اسلام کے دشمنوں کو ان کی حیثیت اور اوقات بتانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

آج کچھ لوگ جنھیں اسلام کے دشمن عناصر کہیے یا مذاہب کی اساس وتعلیمات سے نا آشنا،علمی بصیرت کی کمی یا ماحول سے نا آشنائی، حالات اور جذبات کی رو میں بہہ جانے والے غبارہ صفت انسان یا کسی خاص تہذیب و ثقافت کے دلدادہ افراد،مختلف طریقوں سے اسلام کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رہے ہیں اور سب سے زیادہ اس بات پر کیچڑ اچھالے جارہے ہیں کہ اسلام عورتوں کے حقوق کا محافظ نہیں ہے۔ اسلام نے عورتوں کے حقوق میں مساوات نہیں برتا ہے۔ اسلام نے عورتوں کی آزادی کو ختم کر کے انھیں گھر کی چہار دیواری میں قید کر کے رکھ دیا ہے، جبکہ حقیقت بالکل برعکس ہے۔

میرے ہم وطن خواتین! میں یہ نہیں کہتا کہ اس طرح کی باتیں کہنے یا لکھنے والے مغرب زدہ یا مشرق زدہ ہیں بلکہ ہر شخص کو اپنے اظہار خیالات کی مکمل آزادی ہے اور کوئی شخص کسی کے افکار وخیالات پر پابندی عائد نہیں کر سکتا مگر جب بھی ہم عورتوں کی آزادی سلب کرنے یا قید کرنے، ان کے مابین مساوات نہ کرنے یا ان کے حقوق کے تحفظ نہ کرنے کی باتیں کرتے ہیں تو ہمیں ضرور مشرق ومغرب کی تہذیب و ثقافت اور اس کے پیروکار کے مابین موازنہ کرنا چاہیے کہ ان کی صورت حال کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سب اسلام کے پیروکار بن جائیں اور اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی زندگی گذاریں، بلکہ ہر شخص کو دین و مذہب کو اپنانے نہ اپنانے میں مکمل اختیار دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن شریف میں موجود ہے:

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ۔

ترجمہ: دین میں کوئی زور زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔

ان کا سماجی نظام کتنا مضبوط اور ازدواجی زندگی کتنا خوش گوار ہے؟ اس تہذیب و ثقافت کے دلدادے اپنے طریقۂ زندگی سے کتنا خوش ہیں؟ یہ سب پر عیاں ہے۔ ہاں! میں اسی سماج کی بات کر رہا ہوں جہاں نوجوان خواتین اور مرد شادی کو زندگی کا جنجال سمجھ کر اس سے اپنا دامن چھڑاتے ہیں اور بے لگام جنسی رشتوں کی تلاش میں سرگرداں رہنے کو ماڈرن اور مہذب ہونے کی علامت تصور کرتے ہیں، عورتیں ماں بننے سے احتراز کرتی ہیں اور آج یہ نوبت آگئی ہے کہ بچے بچیاں ماں باپ کی محبت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ غیر شادی شدہ ماؤں کی کثرت ہوتی جا رہی ہے اور ناجائز بچوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ خاندانی اتحاد اور سکون غارت ہوتا جا رہا ہے، ازدواجی زندگی کا نام ونشان مٹتا جا رہا ہے اور یہ اس لیے ہو رہا ہے کہ عورتوں کو ان کے حقوق، ان کی آزادی، ان کا تحفظ قانون فطرت اور تقاضۂ وقت کے خلاف دیا جا رہا ہے۔ جنسی بے راہ روی کے لیے جنسی مساوات، آزادی تحفظ اور انسانی حقوق جیسے خوبصورت ناموں کے سہارے مضبوط سماجی نظام کا خون کیا جا رہا ہے اور خوشحال ازدواجی زندگی کو پامال کیا جا رہا ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے عورتوں کے مطالبات کے مطابق ان کو جنسی مساوات، آزادی، تحفظ اور دیگر انسانی حقوق سب کے سب ان کے ہاتھوں میں دے دیں مگر اس کا نتیجہ کیا ہوگا،

کیا آپ نے کبھی اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔اس کے فائدے اور نقصانات کے بارے میں کبھی کچھ سوچا ہے؟ ایسے بھی اس سے حاصل ہونے والے نتائج سے ہما شما ناواقف نہیں ہیں۔البتہ اس سے حاصل ہونے والے نتیجے سے ترقی یافتہ اور مہذب کہلانے والے نام نہاد افراد کوتو کوئی فرق نہیں پڑے گا،لیکن اگر جس کے اندر ذرا سا بھی احساس ہوگا، انسانی رشتوں کی قدر اور بچے بچیوں کی اپنائیت کا شعور ہوگا تو وہ ضرور ان نتیجوں کو سن کر، یا دیکھ کر احساس ندامت سے سر جھکا لیں گے۔ ایک غیرت مند شخص جو انسانی رشتوں کا پاسدار ہے، اپنے بیوی بچوں پر جان نچھاور کرنے والا ہے، وہ کبھی کسی قیمت پر بھی ان چیزوں کو برداشت نہیں کرے گا۔

محترم خواتین: اگر اتنا کہنے سننے کے بعد بھی آپ پر کوئی فرق نہیں پڑتا، آپ کو فرسودہ مساوات ہی چاہیے، آپ کو دکھاوے کی آزادی پسند ہے، آپ کو مردوں کی برتری اور حاکمیت پسند نہیں ہے تو خود اپنی حاکمیت، اپنی آزادی، اپنا حق اور اپنے تحفظ کی ذمے داری اپنے ہاتھوں میں لے لیجیے، آپ خود ہوش مند ہیں، اپنے بھلے برے کا فیصلہ خود کر سکتی ہیں، لیکن یہ یاد رہے کہ اسلام نے اگر مردوں کو حاکم، عورتوں کو شیشہ صفت اور نازک اندام کہا ہے تو اس میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ہے۔ بہر حال! اگر آپ کو آزادی، بے راہ روی اور جنسی تسکین ہی پسند ہے تو جائیں بلا شبہ اپنی آزادی سے لطف اندوز ہوں۔ نت نئے طریقے سے جنسی تسکین کریں کوئی نہیں روکتا، لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ جب تک ہوش آئے، سب کچھ لٹ چکا ہو، جوانی کا نشیمن خاکستر ہو جائے اور آزادی قید کے دروازے پر دستک دے رہی ہو۔ پھر اس وقت افسوس اور درد بھری یادوں کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا، کیونکہ فطرت کے منافی کاموں کا نتیجہ تو افسوس ناک ہی ہوتا ہے۔

☆☆☆

سلام گناہوں کا کفارہ ہے

خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث میں آیا ہے کہ جب مجلس سے اٹھے تو سلام کہے، کیونکہ سلام کہنا گناہوں کا کفارہ ہے اور فرشتے اس کے لیے بخشش کے خواستگاری ہوتے ہیں۔ جو شخص مجلس سے اٹھتے وقت سلام کہتا ہے تو خداوند تعالیٰ کی رحمت اس پر نازل ہوتی ہے اور اس کی نیکیاں اور زندگی زیادہ ہوتی ہے۔ (انیس الارواح، ص: ۲۷)

رحمۃ للعالمین

داعئ اسلام شیخ طریقت شاہ احسان اللہ محمدی صفوی مد ظلہ العالی

اللہ اللہ جلوۂ ذات خدا

مظہرِ نورِ ظہورِ کبریا

جس کی ہستی نورِ ربُّ العالمیں	جس کی صورت رحمۃٌ للعالمیں
اول و آخر محمد مصطفی	باطن و ظاہر محمد مصطفی
اوّل و آخر اُسی کی ذات ہے	باطن و ظاہر اُسی کی ذات ہے
آ گیا اللہ کی جانب سے نور	جس سے روشن ہوگئی بزمِ ظہور
مصطفی کی شکل میں سَر تا بَپا	ہو گیا نورِ خدا جلوہ نما
بالیقیں وہ نور ہے نورِ مبیں	ظاہر و باطن میں ختم المرسلیں
جو محمد مصطفی سے پھر گیا	در حقیقت وہ خدا سے پھر گیا
جو ہے جان و مال سے ان پر فدا	بس وہی غوث وقطب ہے باخدا

زندگی بے شک ہے اس کی زندگی

جو کرے پابندئ حکمِ نبی

ززز

نصیحت

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ ایک مرتبہ ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ گلی میں بیٹھے ایک کتے نے آپ کو کپڑا سمیٹتے دیکھا تو ٹھہر کر کہنے لگا:

کتا: عالی جاہ! گستاخی معاف، کیا میں آپ کے کپڑا سمیٹنے کا سبب جان سکتا ہوں؟

بایزید: تیری نجاست سے بچنے کے لیے میں نے ایسا کیا۔

کتا: حضور والا! اگر میری نجاست سے آپ کے کپڑے ناپاک ہو گئے تو یہ نجاست پانی سے دور ہو جائے گی، مگر آپ نے اگر ایسا مجھے حقیر و ذلیل اور خود کو بڑا جان کر تکبر سے کیا تو تکبر کی نجاست دل کو سیاہ کر دے گی اور یہ دل کی سیاہی سات سمندروں کے پانی سے بھی دھل نہ سکے گی۔

بایزید: واقعی تو نے سچ کہا کہ تو ظاہری نجاست رکھتا ہے جس کا دور کرنا آسان ہے، لیکن تکبر کرنے والا انسان باطنی نجاست رکھتا ہے اور اسے دور کرنا بڑا مشکل ہے۔

(تھوڑے وقفہ کے بعد)

بایزید: تیرے جواب نے مجھے بڑا متاثر کیا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں، آؤ ہم دونوں مل کر ایک ساتھ رہیں۔

کتا: نہیں جناب! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، میں آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتا، کیوں کہ میں سب کی نگاہوں میں ذلیل ہوں، جو دیکھتا ہے پتھر مارتا ہے اور آپ ہر دل عزیز۔۔۔ جو دیکھتا ہے آپ کو سلام کرتا ہے۔۔۔ چاروں طرف سے مرحبا کی صدائیں گونجتی ہیں۔۔۔ ایک سبب اور بھی ہے جس کی وجہ سے میں آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتا، میں ہڈیوں کی ٹکڑے کھاتا ضرور ہوں لیکن کل کے لیے جمع کر کے نہیں رکھتا۔۔۔ مگر انسان اناج کے ذخیرے جمع کر کے رکھتا ہے۔ کیا اسے خدا پر بھروسہ نہیں؟

بایزید: آفریں، اے کتے! واقعی تیری باتیں بڑی سبق آموز ہیں۔

بچو! اس کہانی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں کسی کو کمتر نہیں سمجھنا چاہیے، تکبر نہیں رکھنا چاہیے اور ہر حال میں خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

علی انور

مرشد کی اطاعت

فقیری اور درویشی یعنی طریقت اور سیر الی اللہ کی راہ میں مرشد کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ پیر و مرشد کی محبت اور ان کی اطاعت ہی کے ذریعے یہ پر خطر راہ بڑی آسانی سے طے ہو پاتی ہے۔ پیر و مرشد کی عظمت کے لیے وہی کافی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''الشیخ فی اھلی کالنبی فی امتی۔'' یعنی اپنے مریدین کے درمیان شیخ کا وہی مقام ہوتا ہے جو نبی کا اپنی امت میں ہوتا ہے۔

یہ حضرات نائب رسول ہوتے ہیں اور نائب منیب کے حکم میں داخل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرنے کی تعلیم اس طور پر دیا ہے کہ آپ کی آواز پر آواز بلند کرنے سے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ اس فرمان سے ظاہر ہے کہ احترام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تمام نیکیوں کی اصل ہے اور دوسری تمام نیکیاں اس کے بعد ہیں، اسی طرح پیر و مرشد کے احترام و محبت اور اطاعت کو جملہ کاموں میں اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسما میں ایک اسم ہادی بھی ہے، اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہادی بنایا ہے اور مشائخ عظام سے بھی لوگوں کو ہدایت ملتی چلی آ رہی ہے۔ ان تینوں کو علاحدہ علاحدہ دیکھنا اور جاننا تفریق کی راہ ہے، توحید کی راہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی ذات وصفات کے اصل مظہر ہیں، اس لیے اسم ہادی کے بھی کامل مظہر ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اللہ کے نور سے ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کے نور پاک کی جلوہ گاہ ہے، جیسا کہ اللہ کے ایک ولی فرماتے ہیں:

دنیا کا ہر ذرہ شیشہ نظر آتا ہے
ہر شی میں محمد کا جلوہ نظر آتا ہے

اولیائے کاملین فنا فی الرسول ہو کر فنا فی اللہ ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ برگزیدہ شخصیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل مظہر ہوتے ہیں۔

الغرض پیر کا مقام بہت ہی ارفع واعلیٰ ہے۔ وہ نائب رسول ہوتے ہیں، ان کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے، ان سے محبت رسول سے محبت ہے اور ان کی تعظیم رسول کی تعظیم ہوتی ہے۔ ان سے محبت و الفت کرنا، اللہ سے محبت وعقیدت اور الفت ہے جو مقصد تخلیق انسان ہے۔ مرید صادق کو لازم ہے کہ اپنے اوپر پیر کی محبت اس قدر غالب کر لے کہ پیر کے سوا سب کچھ بھول جائے، یہاں تک کہ وہ خود کو بھی یاد نہ رکھے اور اپنے آپ کو بھی بھول جائے۔ اپنی حالت اس طرح بنا لے کہ جب بھی اپنی نظر کو دنیا کی کسی بھی چیز کی طرف کرے تو ہر ذرے میں پیر و مرشد نظر آئے، کیوں کہ جس جگہ پیر و مرشد نظر آئیں گے، وہاں اللہ کی تجلی نظر آئے گی اور اس کے رسول کا جلوہ نظر آئے گا۔ اپنے آپ میں یہ حالت پیدا کرنے کے لیے کامل مسلم اور تقویٰ و پرہیز گاری کے حامل ایک مرشد کی سخت ضرورت ہے۔

عظمت پیر مغاں حق کی اطاعت ہے سعید
عاشقوں کا یہی ایمان ہے اللہ اللہ

+++

نجیب الدین

اخلاق وکردار

آج ہر انسان بے قرار، پریشان حال اور بے سکون نظر آ رہا ہے اور اپنی ان حالتوں کا ذکر دوسروں کے سامنے بھی کر رہا ہے۔ ذرا سوچیے کہ آخر یہ خستہ حالی، پریشانی، بے چینی اور بے قراری انسان کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتی؟ اس کی بہت ساری وجوہات ہو سکتی ہیں، لیکن سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان نے اپنی زندگی کے اصل مقصد کو فراموش کر دیا ہے اور آخرت کی فکر کو اپنے دل سے نکال دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج وہ در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ ہر محاذ پر ذلیل و رسوا کیا جا رہا ہے اور ظلم وستم کا نشانہ بنتا جا رہا ہے۔ پھر بھی غفلت کی نیند سو رہا ہے اور باز آنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ انسان تو بہت سوچتا ہے کہ اسے چین وسکون کی زندگی میسر ہو، معاشرے اور سماج میں باعزت زندگی بسر کرے مگر اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں پر نظر نہیں کرتا اور اخلاق وکردار کی سدھار کی جانب کوئی توجہ نہیں دیتا ہے، جبکہ اخلاق وکردار انسان کی بلندی میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک عمدہ کردار کے لیے نیک صحبت اور صحت مند ماحول کا ہونا بہت ہی ضروری ہے تاکہ انسان کا کردار پاکیزہ ہو سکے، کیونکہ انسان کردار وعمل، رفتار وگفتار کی درستگی اور پاکیزگی سے ہی عزت وعظمت حاصل کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ مذہب اسلام میں صالح کردار کے ساتھ عمدہ صحبت پر بھی کافی زور دیا گیا ہے۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہما نے اپنے داماد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اے مغیرہ! جس بھائی یا ساتھی کی صحبت تمھیں دینی فائدہ نہ پہنچائے، تم اس جہان میں اس کی صحبت سے بچو تاکہ تم محفوظ رہو۔

اس نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری صحبت یا تو اپنے سے بڑوں اور اچھوں کے ساتھ ہوگی یا اپنے سے کمتر کے ساتھ، اگر اپنے سے بڑوں اور اچھوں کی صحبت اختیار کرو گے تو اس سے تمھیں دینی اور دنیوی فائدہ پہنچے گا اور اگر اپنے سے کمتر کے ساتھ بیٹھو گے تو تم سے اس کو دین کا فائدہ پہنچے گا۔ اگر وہ تم سے کچھ حاصل کرے گا تو وہ تمہارا ایک دینی فائدہ پہنچانا ہوگا اور جو تم اپنے بڑوں سے حاصل کرو گے وہ بھی تمہارا ایک دینی فائدہ حاصل کرنا ہوگا۔ صحبت اور ماحول کا اثر واقعی انسان کے کردار پر بخوبی پڑتا ہے۔ نیکوں کی صحبتوں کے سبب ہی اچھے برے میں فرق وتمیز کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، ورنہ کیا وجہ ہے کہ خداوند قدوس نے صدیقین اور صالحین کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: آدمی اپنے دوست کے دین اور اس کے طور وطریقے پر ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے وہ دیکھے کہ کس سے دوستی رکھتا ہے۔ اگر اس کی صحبت نیکوں کے ساتھ ہے، اگرچہ وہ خود نیک نہ ہو تو نیکوں کی صحبت اسے نیک بنا دے گی اور اگر

اس کی صحبت بروں کے ساتھ ہے، اگر چہ وہ نیک ہے تو بروں کی صحبت اُسے برا بنا دے گی، کیونکہ وہ اس کی برائیوں پر راضی ہے اور جو برائیوں پر راضی ہوتا ہے وہ بہر حال برا ہے۔ نیکوں کی صحبت سے دنیا و آخرت دونوں سنورتی ہیں اور بروں کی صحبت سے دنیوی واخروی دونوں طرح کی زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔

علما اور صلحا کی صحبت سے انسان بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے۔ اخلاق و کردار پر بھی اس کا بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے؟ کہ ان کی بارگاہ میں رہنے والا عام سے عام انسان بھی پوری دنیا میں ہیرے کی مانند چمکنے لگتا ہے۔ ہر دور کے مشائخ اور صوفیا نے اپنے پیشواؤں کی صحبت اختیار کی اور اس کے سبب دنیا میں ایسی خوشبو پھیلائی کہ آج بھی لوگ اس خوشبو میں نہا رہے ہیں۔

غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: تم اللہ سے ڈرنے والے علما کی صحبت میں رہا کرو، اس میں برکت ہے اور جو عالم کہ علم پر عمل نہیں کرتے ان کی صحبت اختیار نہ کرو، کیونکہ ان کی صحبت اختیار کرنے میں بدبختی ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں اور بروں کی صحبت سے بچیں۔

+++

شیخ کی فرماں برداری افضل ترین عمل ہے

خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں نفل کی نماز میں مشغول تھا شیخ معین الدین ادام اللہ برکاتہ نے مجھے آواز دی۔ میں نے فوراً نماز ترک کر دی اور لبیک کہا۔ آپ نے فرمایا: ادھر آؤ! جب میں حاضر ہوا، تو آپ نے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نفل ادا کر رہا تھا۔ آپ کی آواز سن کر میں نے نفل نماز ترک کر دی اور آپ کو جواب دیا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا کام کیا۔ کیوں کہ یہ نفلوں کی نماز سے افضل ہے۔ اپنے پیر کے دینی کاموں میں معتقد ہونا بہت اچھا کام ہے۔ (فوائد السالکین، ص: ۲۳)

محمد ساجد عالم

دینی اور عصری علوم

ہر وہ انسان جو اپنے مقصد تک رسائی چاہتا ہے اسے کچھ نہ کچھ شرائط اور لوازمات سے گذرنا ہوتا ہے، ان شرائط و لوازمات کو پائے تکمیل تک پہنچائے بغیر اسے کامیابی نہیں مل سکتی، جیسے نماز کی صحت کے لیے پاکی شرط ہے، پاکی حاصل کیے بغیر نماز مقبول نہ ہوگی۔

یونہی اللہ عزوجل نے انسان کو ایک زندگی دی ہے اور دو نعمتیں، ایک دینی تعلیم اور دوسری دنیاوی تعلیم، اب جو انسان دین و دنیا دونوں میں کامیابی چاہتا ہے تو اسے ان دونوں تعلیمات کی روشنی سے اپنی زندگی کو منور کرنا ہوگا۔ ان کے بغیر نہ تو انسان کا دین آباد ہوسکتا ہے اور نہ ہی دنیا سنور سکتی ہے اور اگر ان میں سے ایک پر ہی اکتفا کر لیتا ہے، پھر بھی انسان کی زندگی ادھوری ہی رہے گی اور دوسروں کی مدد کا محتاج ہی رہے گا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان میں سے محض ایک ہی کو ترجیح دیتے ہیں، یہ سوچ بھی غلط ہے اور اس سوچ سے باز رہنے کی ضرورت ہے، کیونکہ دونوں تعلیم اپنی جگہ جگہ اہمیت رکھتی ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہوں پر مناسب ہیں۔

پہلے دینی تعلیم پر نظر ڈالتے ہیں جس کے تعلق سے فرمان رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

ایک دوسرے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علم حاصل کرو اگر چہ اس کے لیے ملک چین کا سفر طے کرنا پڑے۔

ان دو جگہوں پر علم سے مراد علم دین کا حصول ہے، جو خدا کی معرفت اور مذہبی معاملات میں معاون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی علم والے کے لیے بشارت دی ہے:

تم میں سے جو شخص ایمان والے اور علم والے ہیں اللہ اس کے درجات کو بلند کرتا ہے۔ اس سے جہاں علم دین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے وہاں دینی تعلیم کی فرضیت کا پتہ بھی چلتا ہے، جبکہ دنیاوی تعلیم فرض نہیں ہے۔ البتہ اس سے جہاں بہت سے دنیاوی تقاضے پورے ہوتے ہیں وہاں کچھ دینی معاملات و امور میں بھی مدد حاصل ہوتی ہے، اس کے باوجود انسان محض دنیاوی علوم حاصل کرے یہ عقلمندی نہیں۔ ان علوم کے سبب وہ ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، سائنٹسٹ وغیرہ تو بن سکتا ہے جو کہ انسانی زندگی گذارنے کے لیے معاون اور دنیاوی کامیابی کے ذرائع ہیں، مگر اس پر نگاہ رکھنی ہوگی کہ دین کے مقابلے دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایک انسان ڈاکٹر بن کر دولت کما سکتا ہے، انجینئر بن کر دھن اکٹھا کر سکتا ہے، پروفیسر بن کر پڑھنے پڑھانے میں نام پیدا کر سکتا ہے، لیکن جو اس کا مقصد اصلی ہے، یعنی خدا کا

قرب حاصل کرنا، اس میں وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

معرفت الٰہی کے لیے، دینداری کے لیے اور نیک صحبت کے لیے دنیاوی تعلیم کے مقابلے، دینی تعلیم کی کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ جو چین وسکون اسلام کی نگری میں ملتا ہے وہ دنیا کی کسی نگری میں نہیں۔ دینی تعلیم سے آراستہ شخص روحانی تسکین بھی حاصل کرسکتا ہے اور خدا کے عذاب سے محفوظ بھی رہ سکتا ہے۔ دنیاوی تعلیم والا نہ ہی خدا کی معرفت حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی روحانی تسکین۔ ہاں! دنیاوی علوم میں ماہر ہونے والا آسمان تک تو پہنچ سکتا ہے مگر دینی علوم کا حامل آسمان تو کیا آسمانے والے تک اپنی رسائی کرسکتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ دنیاوی تعلیم اگرچہ بری نہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دینی تعلیم کے مقابل میں پائیدار نہیں ہے۔ اس لیے اگر کوئی دنیاوی علوم سے آراستہ ہو رہا ہو تو اسے چاہئے کہ دینی علوم پر بھی توجہ دے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

☆☆☆

الاحسان کی خریداری پر رعایت

(۱)	1 سے 5 عدد تک خریداری پر	10%
(۲)	سے 20 عدد تک " "	20%
(۲)	21 سے 50 عدد تک " "	30%
(۲)	51 سے زائد " "	40%

ممبرشپ الاحسان شمارہ (۳)

(۱) پانچ سالہ ممبرشپ (الاحسان) -/1000

اصحابِ خیر برائے ایصالِ ثواب: -/Rs.500 میں 3 عدد یا -/Rs.100 میں 6 عدد الاحسان خریدیں اور اہل علم و دانش میں تقسیم کریں یا ادارہ شاہ صفی اکیڈمی کو تقسیم کرنے کے لیے وقف کریں۔

شوکت علی سعیدی

طلبۂ مدارس سے چند باتیں

عصری علوم وفنون کی ضرورت کیوں؟

دنیا تغیر پذیر ہے، جب ایک شعبے میں تبدیلی آتی ہے تو راست طور پر دوسرے شعبے پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ ۲۱ویں صدی میں سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی نے دوسرے تمام شعبہائے علوم وفنون پر اپنا اثر ڈالا، خیالات ونظریات میں تبدیلیاں آئیں، معیار کو غیر معیار بنایا گیا اور بنایا جارہا ہے۔ اس صورت میں دوسرے شعبے بھی اپنی شناخت کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں ہوئے اور پیشہ ورانہ کورسیز کا رواج ہوا۔ تعلیم کو تجارت کی شکل دے دی گئی۔ اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے عصری علوم کی ضرورت ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر نہ ہی سماج کے مزاج کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی منفی نظریے اور اثرات کے روک تھام کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کیا جاسکتا ہے۔

مدارس کے طلبہ عصری علوم کیوں حاصل کریں؟

طلبہ مدارس محنتی، تحصیل علم میں مخلص اور اپنی قوم کی اصلاح وفلاح کا گراں قدر جذبہ رکھتے ہیں۔ ان عمدہ خصائل اور مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ اگر وہ عصری علوم سے بھی مالا مال ہوں تو وہ ایک عظیم انسان بن کر قوم کے لیے بہتر خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

عصری علوم کی تحصیل سے قبل کے لوازمات

مدارس کے طلبہ چونکہ تعلیم حاصل کرنے کا بڑا حصہ مدرسے میں گزارتے ہیں، اب اگر وہ عصری ادارے میں حصول تعلیم کا ارادہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے اپنی عمر، اپنے گھر والوں کی امیدیں اور مالی ذرائع کا ضرور ضرور اندازہ کرلیں، اگر کسی طالب علم کو ایسا لگتا ہے کہ اسے تعلیمی خرچ نہیں مل سکتا تو اسے اس شخص سے الگ ہدف بنانا پڑے گا جسے تعلیمی خرچ مل رہا ہے۔ اسی طرح اگر حالات دو یا تین سال پڑھنے کی اجازت دے رہے ہیں تو اس کے لیے بھی ایک خاص ذہن کے ساتھ کسی میدان میں قدم رکھنا ہوگا، ایسا نہ ہو کہ وہ تعلیمی مراحل کے وسط میں ہی رک جائیں، جیسا کہ عموماً اس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں۔ اس لیے مستقبل کی صحیح تعمیر وتوسیع کے لیے جذباتی اقدام کے بجائے سنجیدگی سے غور وفکر کرلیں اور اس کے ساتھ اپنی عمر کا تجزیہ بھی ضروری ہے تاکہ صحیح وقت پر حصول علم کے ساتھ عملی میدان میں بھی وہ حصہ لے سکیں۔

اپنی گزشتہ عمر کا تجزیہ کر کے ہدف کا تعین

طلبۂ مدارس اپنے اگلوں کے نقش راہ کو دیکھتے ہوئے اپنا قدم آنکھ بند کر کے آگے بڑھانا شروع کر دیتے ہیں، جو مناسب نہیں ہے، بلکہ ان طلبہ کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنی گزشتہ سرگرمیوں کا تجزیہ کریں اور اس سے نتیجہ نکالیں کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور کس میدان میں کامیاب ہوسکتا ہوں، جس میدان کا انتخاب کریں اس میں نامور، ماہر اور کامیاب اشخاص کو آئیڈیل بنائیں۔ جو بھی ہدف متعین کریں اس پر پورا یقین رکھیں اور اسے متزلزل ہونے سے ہر وقت بچائیں۔ اگر کوئی طالب علم ایسا کرتا ہے تو ضرور اسے اپنے ہدف کو پانے میں کامیابی ملے گی۔

مضامین کا انتخاب

مضامین کا انتخاب کردار سازی اور کیریر بنانے میں بہت ہی اہم رول ہوتا ہے، کوئی ڈاکٹر بننا چاہے اور آرٹس کے مضامین میں وہ محنت کرے تو وہ کبھی بھی ڈاکٹر نہیں بن سکتا، وہ بائیلوجی، فیزکس، کیمسٹری پڑھتے ہوئے ہی اپنا ہدف حاصل ہوسکتا ہے۔

مدارس کے طلبہ کو چاہیے کہ وہ جو متعینہ ہدف کے لیے ایک ضابطہ بنائیں پھر اسی کے مطابق عمل کر کے اپنے مقصد کی حصول یابی اور متعلقہ مضمون کی معلومات کی فراہمی میں یکسوئی کے ساتھ مصروف ہوجائیں۔ اس لیے کہ ایک انسان ہر میدان کی طرف نظر کرتے ہوئے اپنی منزل کو کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے طلبہ کو چاہیے کہ داخلہ سے پہلے اپنے مضامین کے انتخاب میں خوب غور وفکر کرلیں۔

کورسیز کا انتخاب

عصری درس گاہوں میں کورسیز اس طور پر ہوتے ہیں کہ اس سے خود بخود ایک راہ بن جاتی ہے۔ کسی بھی کورس میں داخلہ لینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں اپنی کیریر کا انتخاب۔ اس لیے کسی بھی کورس میں داخلہ لینے سے پہلے یہ اندازہ کرلیں کہ کیا ہم اس کورس کے ذریعے اپنے ہدف کو پانے میں کامیاب ہوجائیں گے؟ کورس کی میعاد کیا ہے؟ اور اپنے پاس کتنا وقت ہے؟ ان سب کا تجزیہ لازمی ہے۔ ساتھ ہی کورسیز میں خرچ کا بھی اندازہ کرلینا ضروری ہے۔ اگر طلبہ ان سب کو نظر میں رکھ کر کسی کورس کا انتخاب کرتے تو وہ ہدف پانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

کالج اور یونیورسٹی کا انتخاب

مختلف کالجوں میں مختلف کورسیز ہوتے ہیں، کلچر کے اعتبار سے، تعلیمی معیار کے اعتبار سے ایک کالج دوسرے کالج سے مختلف ہوتا ہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے مناسب کلچر اور معیار تعلیم کا انتخاب کر کے کسی کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ لیں تا کہ وہ نفسیاتی طور پر مطمئن رہ کر تعلیم حاصل کرسکیں۔

مثبت نظریہ کی تعمیر

کوئی بھی کالج یا یونیورسٹی ہو، فکری و ثقافتی اعتبار سے اس کی اپنی پہچان ہوتی ہے۔ آزادئ فکر تو ہر جگہ ہے لیکن وہ آزادئ فکر بھی ایک خاص فکری شعبے سے متعلق ہوتی ہے۔ مدارس کے طلبہ مدارس سے مضبوط فکر لے کر آتے ہیں اور یہاں پر انھیں مختلف افکار ونظریات سے ٹکراؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر ان کے اندر اپنی مضبوط فکر کو محفوظ رکھنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے تو وہ غیر کے افکار سے مرعوب ہوجاتے ہیں اور اپنے اسلاف کے افکار انھیں ہیچ نظر آنے لگتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ طلبہ مضبوط وتوانا فکر کے ساتھ اس میدان میں قدم رکھیں ورنہ بہتر یہ ہے کہ جتنی تعلیم حاصل کرچکے ہیں اور جو صلاحیت ولیاقت ہے اسی

کسی بھی کورس سے متعلق معلومات کے لیے فون یا ای میل سے رابطہ کریں

Mob:09868981308+08130527525+9312922953

E-mail:muslimfoundation@gmail.com

کیا آپ جانتے ہیں؟

نصرت پروین

- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ۵۵ر دن پہلے ابرہہ یمنی بادشاہ کا واقعہ پیش آیا جس میں ابرہہ اور اس کے لشکریوں کو شکست ہوئی۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد محترم عبد المطلب کے جسم مبارک سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابرووں میں ایک رگ تھی جو جلال کی حالت میں سرخ ہوجایا کرتی تھی۔
- اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے ہجرت سے تین سال پہلے ۶۵ رسال کی عمر انتقال فرمایا، اُن پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی کیونکہ اس وقت تک جنازہ فرض نہیں تھا۔
- اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۴۸ رسال تک زندہ رہیں۔
- قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گیارہ جگہ ''یایھا النبی'' کہہ کر خطاب فرمایا گیا ہے۔
- قرآن مجید کی سب سے پہلی اور مکمل صوفیانہ تفسیر ''لطائف الاشارات'' ابولقاسم قشیری نے لکھی ہے۔
- جس غار میں اصحاب کہف پناہ گزیں ہوئے تھے اس کا نام ''حیزوم'' ہے۔
- موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ولادت نبوی سے دو ہزار تین سو سال قبل کا زمانہ ہے۔
- حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغ روشن کیا۔
- ''مجمع السلوک'' شریعت وطریقت کا انمول خزانہ ہے۔
- ''قصر عارفاں'' تصوف کے ایک سو پندرہ خانوادوں کا نہایت اہم اور مستند تذکرہ ہے۔
- ''ہشت بہشت'' خواجگان چشت یعنی خواجہ عثمان ہارونی، خواجہ غریب نواز، خواجہ قطب الدین بختیار کا کی، خواجہ فرید الدین گنج شکر، محبوب الٰہی نظام الدین اولیا اور نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔
- ''تذکرۃ الاولیاء'' شیخ فرید الدین عطار کی تصنیف ہے۔
- مثنوی ''نغمات الاسرار فی مقامات الابرار'' تصوف کی ایک شاہکار تصنیف ہے۔
- حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو مرشد کا نام خواجہ عثمان ہارونی ہے۔
- لاطینی زبان میں سب سے پہلے کلام پاک کا ترجمہ ۱۵۴۳ عیسوی میں سوئٹزرلینڈ میں ہوا۔
- اذان سے شیطان ایسے بھاگتا ہے جیسے چور کوتوال کو دیکھ کر بھاگتا ہے۔

افکارِ غزالی پر یک روزہ نیشنل سیمینار اور

''الاحسان۔۳'' اور ''ماہنامہ خضرِ راہ'' کا اجرا

۱۵؍ مارچ، بروز جمعرات: خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد، میں شاہ صفی میموریل ٹرسٹ کے زیر اہتمام یک روزہ نیشنل سیمینار ''افکارِ غزالی: تفہیم اور عصری معنویت'' کے موضوع پر منعقد ہوا، جس میں مختلف یونیورسٹیز کے محققین اور اسکالرز نے شرکت کی۔

شاہ صفی میموریل ٹرسٹ کے سربراہ داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی نے اس نیشنل سیمینار کی سرپرستی کی، جب کہ صدارت کی ذمہ داری مولانا یٰسین اختر مصباحی بانی و مہتمم دارالقلم، نئی دہلی نے ادا کی۔ شعبۂ عربی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی نے افتتاحی کلمات پیش کیے۔ اُن کے علاوہ اردو کے معروف صحافی محترم احمد جاوید، مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی ریسرچ اسکالر جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی، نوشاد عالم چشتی ریسرچ اسکالر جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، مولانا رفعت رضا نوری ریسرچ اسکالر دہلی یونیورسٹی دہلی، مولانا ارشاد عالم نعمانی ریسرچ اسکالر جامعہ ہمدرد، مولانا ذیشان احمد مصباحی مدیر ''جام نور'' دہلی اور دیگر مقالہ نگار حضرات نے مذکورہ موضوع کے مختلف گوشوں پر اپنے وقیع مقالات پیش کیے، جبکہ سیمینار کی نظامت مولانا عارف اقبال مصباحی نے فرمائی۔

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی نے اپنے افتتاحی کلمات میں تصوف کے حوالے سے بڑے قیمتی اور معلوماتی بیان دیتے ہوئے فرمایا: آج جب کہ دنیا جسمانی ضرورتوں کو پورا کرنے والی تمام تر سہولیات کی دریافت کے باوجود روحانی سکون کے لیے تڑپ رہی ہے، ایسے میں صوفیا کی ذمے داری ہے کہ وہ روحانی سکون کے متلاشیان کی ضرورت پوری کرنے کے لیے تصوف حقیقی کو عام کرنے کی کوشش کریں۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ امام غزالی کے افکار و نظریات کی معنویت جس قدر اُن کے عہد میں تھی، اسی طرح یا اُس سے بڑھ کر آج کے دور میں ہے۔ لہٰذا آج کے دور میں تصوف پر کام کرنے والوں کے لیے ان کے افکار و نظریات کو اپنانا نہایت ناگزیر ہے۔ انھوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تصوف کو جملہ آلائشوں سے پاک کر کے لوگوں تک پہونچایا جائے تاکہ روحانیت کے پیاسوں کی سیرابی کا سامان ہو سکے۔

مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی نے امام غزالی کے حوالے سے فقہ و اجتہاد کے موضوع پر اپنے مقالے کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ: کسی بھی مفتی اور مجتہد کے لیے قرآن و سنت اور اجماع کا علم بے حد ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی بھی شخص مفتی نہیں ہو سکتا، اسی طرح مفتی اور عالم کو یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ وہ کیا کیا نہیں جانتا اور اس کو اپنے علم و جہل کا تمیز بھی ہو۔ مولانا ذیشان احمد مصباحی نے کہا کہ: آج اگر مسئلہ تکفیر پر امام غزالی کی کتاب ''التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ'' کا غیر متعصّبانہ مطالعہ دور حاضر کی ہماری بہت سی الجھنوں کا صحیح حل ہے۔

اردو کے معروف صحافی محترم احمد جاوید نے اپنے تبصراتی خطاب میں کہا کہ: تصوف وقت کی اہم ضرورت ہے اور ایسے میں امام غزالی علیہ الرحمہ کی تعلیمات کو عوام کے درمیان لانے کی اہمیت مزید دوبالا ہو جاتی ہے تاکہ ان کی تعلیمات کی روشنی میں تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا عمل بہتر طور پر کیا جا سکے۔ ''خانقاہ عارفیہ'' نے تصوف کی ترویج و اشاعت کا جو یہ مستحسن قدم اٹھایا ہے وہ لائق ستائش ہے۔

سیمینار کے صدر مولانا یٰسین اختر مصباحی نے کہا کہ: عصر حاضر میں امام غزالی کے افکار کی ترویج و اشاعت کی اشد ضرورت ہے،

اس خصوص میں اس طرح کے قومی اور بین الاقوامی سیمناروں کا انعقاد از حد معاون و مددگار ہے۔ اس موقع پر شاہ صفی اکیڈمی رجامعہ عارفیہ کے زیر اہتمام شائع ہونے والا سالنامہ، تصوف پر دعوتی اور تحقیقی رسالہ کتابی سلسلہ ''**الاحسان**'' الہ آباد کے تیسرے شمارے اور ماہنامہ ''خضر راہ'' نئی دہلی کی علما اور دانشوروں کے ہاتھوں رونمائی کا پروگرام بھی عمل میں آیا۔ اخیر میں صلاۃ وسلام اور داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی مدظلہ العالی کی دعا پر سیمینار کا اختتام ہوا۔ (مجیب الرحمن علیمی)

طلبہ جامعہ عارفیہ کے مابین انعامی مقابلہ

۴ر مارچ کی شب کو جامعہ عارفیہ (سید سراواں، الہ آباد) میں سالانہ تعلیمی مسابقہ بنام ''جشن یوم غزالی'' اختتام پذیر ہوا۔ جس میں سو سے زائد طلبۂ جامعہ عارفیہ نے حفظ قرآن وحدیث، اردو، عربی اور انگریزی کے تحریری وتقریری مقابلوں میں شرکت کی، یہ پروگرام طلبہ جامعہ عارفیہ کی مشترکہ تنظیم **جمعیة الطلبة** کے زیر اہتمام پچھلے پانچ سالوں سے منعقد کیا جا رہا ہے۔ تین روزہ یہ تحریری و قریری مسابقہ کئی نشستوں پر مشتمل تھا۔ پہلے دن: حفظ قرآن اور تجوید قرآن کا مسابقہ ہوا، جس میں ۵۳ر طلبہ نے شرکت کی جن میں سے مندرجہ ذیل طلبہ نے بالترتیب پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کی (حفظ قرآن) ۱۔ محمد اشہد، ۲۔ غلام خواجہ، ۳۔ حمید الرحمٰن و عبد اللہ، (تجوید قرآن) ۱۔ محمد اکرام ۲۔ محمد شہود ۳۔ اویس رضا، ۔ مولانا اشتیاق عالم مصباحی اور مولانا فخر الزماں سعیدی نے فیصل کے فرائض انجام دیئے۔

دوسرے دن صبح کی نشست حفظ حدیث اور شام کی نشست عربی، انگریزی تقریری مقابلوں پر مشتمل تھی۔ حفظ حدیث میں ۵۷ر طلبہ جب کہ انگریزی، عربی تقریری مقابلوں میں ۵۸ر طلبہ نے شرکت کی جن میں سے مندرجہ ذیل طلبہ نے بالترتیب پوزیشن حاصل کی (حفظ حدیث) گروپ (الف) ۱۔ مدثر نظر ۲۔ سہیل احمد ۳۔ علی انور، (ب) ۱۔ رضوان عارف ۲۔ مقصود عالم ۳۔ محمد سلمان۔ مولانا کتاب الدین رضوی، مولانا غلام مصطفیٰ ازہری، نے فیصل کی ذمہ داری ادا کی۔ انگریزی تقریر (الف) ۱۔ محمد اسرار ۲۔ مغیث انجم ۳۔ محمد جنید، (ب) ۱۔ جنید احمد ۲۔ عبد اللہ ۳۔ سید اسرار، مولانا ضیاء الرحمن علیمی اور ماسٹر زبیر احمد خان فیصل تھے۔ عربی تقریر (الف) ۱۔ انجم راہی ۲۔ سید اسرار ۳۔ حسن اقبال (ب) ۱۔ فیض العزیز ۲۔ مقصود عالم ۳۔ محمد توصیف، مولانا شاہد رضا ازہری، مولانا ضیاء الرحمن علیمی نے جج ہونے کا حق ادا کیا۔ تیسرے دن پہلی نشست میں طلبۂ جامعہ نے اردو تقریری مظاہرہ کیا جس میں گروپ (الف) کے ۱۔ عمران قادری ۲۔ رضوان احمد ۳۔ محمد شاہد، اور گروپ (ب) کے ۱۔ محمد سلمان ۲۔ فیض العزیز ۳۔ دانش بقائی، نے بالترتیب پوزیشن حاصل کی۔ اس نشست میں فیصل کے فرائض مولانا رفعت رضا نوری اور مولانا مجیب الرحمٰن علیمی نے انجام دئے۔ تحریری مقابلہ گروپ (الف) ۱۔ محمد عاصم ۲۔ کلیم رضا ۳۔ راشد برکاتی (ب) ۱۔ محمد مشفق ۲۔ محبوب انصاری ۳۔ مستحسن اقبال (ج) ۱۔ محمد طارق رضا ۲۔ صدام رضوی ۳۔ رضوان عارف، مذکورہ طلبہ نے اپنی تحریری صلاحیتوں کی بنیاد پر ترتیب وار پوزیشن حاصل کی۔

آخری نشست میں مختلف مقابلہ جات میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ نے اپنے علم وفن کا مظاہرہ کیا اور تمام مقابلوں میں پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ، شیخ طریقت داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی کے دست مبارک سے سرٹیفکٹ اور انعام سے سرفراز کئے گئے۔ پروگرام کے اخیر میں **جمعیة الطلبة** کے نگراں مولانا مقصود احمد سعیدی، استاد جامعہ عارفیہ نے اپنے طلبہ کو مبارکبادی دیتے ہوئے جامعہ کے اساتذہ اور خدام کا شکریہ ادا کیا۔ اس طرح تین روزہ یہ مقابلہ جامعہ کے بانی اور خانقاہ عارفیہ کے صاحب سجادہ کی سرپرستی میں کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ (**رپورٹ: محمد طارق رضا، میڈیا انچارج**)

مشمولہ تحریروں میں موجود الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ریا	چھل کپٹ، بے اخلاص عمل	پسر	لڑکا، بیٹا
تذبذب	کشمکش، شک اور یقین کے درمیان رہنا	آغاز	شروع
کبریائی	بڑائی، سب سے بڑی شان والا	قلبیات	دل سے تعلق رکھنے والی چیزیں
عون الٰہی	اللہ تعالیٰ کی مدد	شغف	شوق، مشغلہ
توکل علی اللہ	اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہونا	بلیات	مصیبتیں، آفات
دائمی راحت	ہمیشہ کے لیے آرام	بتدریج	آہستہ آہستہ
کافور	دور ہونا، ختم ہونا	شکم	پیٹ
دینار	سونے کا ایک سکہ، مراد ایک سکہ	آثار	نشانیاں
فدا	قربان ہونا	فریضہ	اہم ذمے داری
بخل	کنجوسی	ہیبت	ڈر، رعب
ستر	چھپانا	سعید ازلی	پیدائشی نیک بخت
مذموم	برا، ناپسندیدہ	مردحق آگاہ	صوفی، خدا کی معرفت رکھنے والا
ساقط	گرنا، ختم ہونا	خرقہ	گدڑی، بزرگوں کے تبرکات
محمود	اچھا، پسندیدہ	مسکن	ٹھکانہ، رہنے کی جگہ، گھر
لامحالہ	یقینا	فاقہ کشی	بھوکے رہنا
تصرف	خرچ کرنا	کسب	محنت سے حاصل کرنا
پیہم	برابر، مسلسل، لگاتار	منہج	طریقہ، قانون، اصول
شہوات	نفس کی خواہشات	تقوی	اللہ تعالیٰ سے ڈرنا
اخلاق بد	بری عادت	سامان زیست	زندگی کا سامان
معدوم	نہ ہونا، ختم ہونا	فروغ	ترقی
سطوت	جاہ ومرتبہ، عزت وعظمت	وسوسے	دل میں طرح طرح کا خیال آنا

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خطراتِ ذمیمہ	بُرے خطرے	مذبح خانہ	جہاں جانور ذبح کیا جاتا ہے
لذت دوام	ہمیشہ کی لذت	مہیب	ڈراؤنا
سوءخاتمہ	براخاتمہ	سہیب	سخت
خصائل رذیلہ	خصائل، خصلت کی جمع ،معنی بری عادتیں	تمازت	گرمی ،تپش
حیادار	شرمیلا	ضعیف العمری	بوڑھاپا
آتش کدہ	جس میں آگ روشن کیا جاتا ہے	نقاہت آمیز	کمزوری
کبر، طمع اور حسد	غرور، لالچ اور دشمنی	قندیل	لالٹین، روشنی، چراغ
منصب	عہدہ	راحۃ للعاشقین	حضور صلی اللہ علیہ وسلم
فاران	عرب کے ایک پہاڑ کا نام	دین حنیف	مذہب اسلام
نفاق	جدائی، دشمنی	اکتساب	حاصل کرنا
فروخت	بیچنا	قرب وجوار	پاس پڑوس، آس پاس
بغض	نفرت، دشمنی	گرویدہ	دیوانہ، عاشق
وجہ تسمیہ	نام رکھنے کی وجہ	حاجت برآری	ضرورت پوری کرنا
اصحاب صفہ	صوفیا کی ایک جماعت	پرآشوبیت	تباہی و بربادی کا ماحول
ماخوذ	لیا گیا، بنا	مجروح	زخمی
جماع	میاں بیوی کا ہمبستر ہونا	زوجین	میاں بیوی
درک	علم، جاننا	تکملہ	پورا کرنے والا
آمیزش	ملاوٹ، ملا ہوا	مشترک	ملا جلا، مل جل کر
منتخب	چنا ہوا،	پرخطر، بے کیف	خطرناک، بے مزہ
میلان طبع	طبیعت کا جھکاؤ،	مساوات	برابری
بلاتأمل	بغیر سوچے سمجھے، بے جانے بوجھے	طعن وتشنیع	طعنہ مارنا اور گالی دینا، گالی گلوج
شہوات دنیوی	دنیا کی خواہشات	مثبت اور منفی	اچھا برا پہلو

نوٹ: مذکورہ بالا الفاظ کے معانی اور مفہوم مشمولہ مضمون کے اعتبار سے دیا گیا ہے۔

ماہنامہ خضر راہ حاصل کرنے کے پتے

الہ آباد واطراف

ابومیاں شاہی اسٹور، (نرالاسویٹ ہاؤس) نوراللہ روڈ، الہ آباد-9839457055

غوثیہ پبلشر، الہ آباد۔

رضوی بک ڈپو، الہ آباد۔

محمدی بک ڈپو، فتح پور۔

حافظ سیف احمد، فہیم آباد، کانپور۔9670731895

قادری بکڈپو، اسلامیہ مارکیٹ، نومحلہ مسجد، بریلی۔8237066786

بریلوی مدرسہ، پیروالی گلی، غوث نگر، سہارنپور۔9927029786

شاہی میڈیکل اسٹور، ڈیسنگ ہاسپٹل، مہراج گنج۔

ممبئی واطراف

حکیم سرفراز حسین، سنی جامع مسجد، دھاراوی، ممبئی-9819291874

مولانا انیس احمد اشرفی نیشنل مارکیٹ وڈالا ممبئی۔3923805502

شیخ جاوید اقبال، رائل گارڈن، کوسا، ممرا-9322865066

محمد ابراہیم، منگل گیری، شولاپور، مہاراشٹر-9421067863

مکتبہ اہل سنت، منگل بازار بھیونڈی، ممبئی۔

محمد عارف دانش رضوی، زیتون پورہ، بھیونڈی۔9823683348

ڈاکٹر خرم، نوملیلی، حیدرآباد۔9885994828

دارالعلوم فیض رضا، مین روڈ معین آباد، اے پی-

خادم بکڈپو، پراسیا، چندواڑہ، ایم پی-9039090386

جنوبی ہند واطراف

اتحاد بک ڈپو، بساتی بازار، جھانسی۔804481386

حافظ شبیر شاداب، دُرگ، چھتیس گڑھ-7869230382

روشن درسی کتب خانہ، موتی نالہ، جبل پور-9752705786

مولانا عبدالرحمن، بیلگام، کرناٹک-8147449067

غلام ذوالنورین، حسینی مسجد، بیکانیر-9460172623

دارالعلوم صدیقیہ، سوجا، باڑمیر۔

اسرئیل بک سیلر، درگاہ اجمیر شریف۔

چشتیہ بک ڈپو، درگاہ اجمیر شریف۔946093325

دہلی واطراف

اسلم بھائی گپو صاحب، مڈگاؤں، گوا۔9763900918

راجا اسٹیشنری، شاہین باغ، Ext روڈ، نئی دہلی-9891590739

مولانا شفیق الحق، مسجد عمر فاروق، شاہین باغ، دہلی-9716559786

الجامعۃ الاسلامیہ، جیت پور II، دہلی-9650934740

ببلو نیوز پیپر، جامعہ بارات گھر، نور نگر، اوکھلا۔7718106743

فیضان عزیزی، روم: ۳، آفتاب ہال، اے ایم یو، 9720072892

بک پیلس، بیسمنٹ لورگراؤنڈ، مین روڈ ذاکر نگر، دہلی۔9810594788

گلاٹی نیوز ایجنسی، بس اسٹینڈ، مہرولی، دہلی۔9250225954

حاجی حبیب اللہ، نیو سیما پوری، نئی دہلی۔9818225177

محسن بک ڈپو، جامع مسجد، آگرہ۔7500127143

حافظ ہارون، قلعہ والی مسجد، اٹاوہ، 7417842567

کولکاتا واطراف

شوکت علی بک اسٹال، نیئر مسلم انسٹی ٹیوٹ، کولکاتا-9330643486

خانقاہ نعمتی، ٹیابرج، کولکاتا-09831746380

الیاس بک سینٹر، کولوٹولہ اسٹریٹ، کولکاتا-9748424047

قادریہ حمیدیہ، منڈل پارہ، ٹیگہ گڑھ، کولکاتا، 9007423774

روشن بیدیباتی، ہگلی، ویسٹ بنگال۔

نوری بک ڈپو، پاچھورسیا، کنجریا بازار، اتر دیناجپور-09734035478

شاہی ورائٹی اسٹور، گیرج بازار، جالاسور، بالاسور، اڑیسہ 8093909092

قریشی نیوز ایجنسی، رجک سنیمارو ڈ، راورکیلا، اڑیسہ 9439499458

بہار واطراف

دارالعلوم تاج الشریعہ، مصری گنج، مدھوبنی-9931431786

تاج ریڈی میڈ اسٹور، نیپال روڈ میجر گنج، سیتامڑھی-9473283525

امدادیہ بک ڈپو، جامع مسجد روڈ، ہزاری باغ-9835523993

دلکش بک ڈپو، رام گڑھ، جھارکھنڈ-9798306353

اقبال بک ڈپو، مدرسہ مارکیٹ، اورنگ آباد، 9122471549

مدرسہ عارفیہ سعید العلوم، نہوٹا شیر گھاٹی، گیا-9939479919

اسٹامپ وینڈر رجسٹری آفس، ٹھاکر گنج، کشن گنج۔7782852011

جیوتی مالا پشتک کیندر، بہار بس ٹرمنل، کشن گنج-9798802343

سونپل بھاوے، سوناری، جمشید پور۔9709555147

عامر نانگبوری، ہاویل روڈ، لابان، شیلانگ، میگھالیہ-8794042067